عدالت نے کلنٹن کو طلب کیا اور نہ ہی بش کو۔ افسوس! امریکہ میں ایک کتا مارنے، ایک چڑیا، ایک بطخ اور ایک بلی کو زخمی کرنے کی تو سزا موجود ہے لیکن اگر کوئی امریکی حکمراں پورے پورے ملک تباہ کردے، پوری پوری سولائزیشن برباد کردے، اسے کوئی پوچھتا ہے اور نہ ہی اس کا احتساب ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے دنیا میں امریکہ کا ایک کتا ۵۰ ہزار زندہ انسانوں سے زیادہ قیمتی ہے، ایک بلی تیسری دنیا کے ایک ملک کے برابر ہے۔

اے اللہ! ہم انسان لوگ تیری زمین پر آج انسان ہونے پر شرمندہ ہیں۔ اے اللہ! ہمیں یہ شرمندگی کس نے دی؟ وہ کون ہے جس نے اشرف المخلوقات کو جانور سے حقیر کردیا؟ اے اللہ! امریکہ نے تیرے قانون کو بدلنے کی کوشش کی، تیرے ضابطوں کو للکارا۔ اے میرے رب! تو کب اپنی اس قدرت کا مظاہرہ کرے گا، جو ناقابل شکست ہے اور جس کے سامنے بڑے بڑے فرعون بھیگی بلی بن جاتے ہیں؟

●●

بقیہ...... تاثیر بیان کا نسخہ

مولانا ابوالکلام آزاد "الہلال" میں لکھتے اور پڑھنے والوں میں زندگی دوڑا دیتے، مجاہدین بلقان کے کارناموں پر مولانا کا قلم آج بھی دل کو ایک ولولہ تازہ بخشتا ہے، مولانا کا بلند اُسلوب، معیاری تعبیر اور ادبی زبان اپنی جگہ لیکن آپ کے قلم کی تاثیر کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ جو کچھ لکھتے، خلوص میں ڈوب کر لکھتے۔ بلقان کے ایک مجاہد نے اپنی بیوی کے نام ایک ایمان افروز اور ولولہ انگیز خط لکھا تھا، مولانا نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ یہ ترجمہ چوتھی بار کیا ہے، پہلی بار ترجمہ کرتے ہوئے آنسوؤں کا ایسا سیلاب امنڈ آتا کہ مسودہ بھیگ کر روشنائی بہہ جاتی، چوتھی بار بڑے ضبط کے بعد یہ ترجمہ مکمل ہوا ہے۔ جب لکھنے والے کی کیفیت کا یہ عالم ہوگا، پڑھنے والے پر اس کا اثر کیوں کر نہ ہوگا۔ فارسی کا مقولہ ہے: "از دل خیز بر دل ریزد" دل سے نکلنے والی بات دل پر جا لگتی ہے، لیکن اگر تحریر یا بیان صرف لفظوں کی تک بندی پر مشتمل ہو، خلوص کی برکھا اور جذبے کی حرارت اس میں موجود نہیں تو ایسی تک بندی برگ ریز تو ہوسکتی ہے بار آور نہیں، جگر مرحوم نے کہا تھا:

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا، تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرور عشق نہیں، چہرے پہ یقین کا نور نہیں

یقین کا نور، خلوص کی برکھا اور جذبے کی حرارت "نسخہ تاثیر کلام" کے وہ اجزاء ہیں جن کے بغیر کلام مرکب تو ہوسکتا ہے مؤثر نہیں۔ ❖❖

دعوت الی اللہ — دعوت ایمان

دعوتی فکری مطبوعات کا اہم ترین ادارہ

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

انسانی عقل وفہم تک توحید کے دلائل نبوی طریقہ دعوت کی پابندی کے ساتھ پہنچانا امت مسلمہ کی اہم ترین ذمہ داری ہے اس کے لیے اعتدال، توازن، مثبت نہج کی ضرورت ہے جو دراصل نبوی طریقہ اور نبوی نہج ہے اس شاہ راہ کی فکر وعمل کی دعوت "حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ" کی تصنیفات میں ملتی ہے۔

حضرت مولاناؒ کی تمام تصنیفات حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

Academy of Islmic Research & Publications

P.B. No.119, Nadwatul Ulama, Lucknow

Ph.: 0522-2741539 Fax: 2740806

کچھ اہم ومفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ		بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم	15/-	اسلام کیا ہے؟ (اردو)	30/-
کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن)	100/-	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم	12/-	اسلام کیا ہے؟ (ہندی)	35/-
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن)	90/-	ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی)	20/-	دین وشریعت	70/-
کاروان زندگی حصہ سوم	80/-	موج تسنیم (اردو)	زیر طبع	ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت	70/-
کاروان زندگی حصہ چہارم	90/-	مناجات ہاتف	10/-	قادیانی مسلمان نہیں	25/-
کاروان زندگی حصہ پنجم	80/-	دیار حبیبؐ	5/-	آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن)	40/-
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن)	90/-	از مخدومہ خیر النساء بہترؒ		آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن)	45/-
کاروان زندگی حصہ ہفتم	80/-	حسن معاشرت (نیا ایڈیشن)	15/-	درس قرآن	200/-
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن)	40/-	کلید باب رحمت	6/-	**دیگر مصنفین کرام کی تصانیف**	
حج کے چند مشاہدات	6/-	ذائقہ (نیا ایڈیشن)	15/-	تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ	45/-
خواتین اور دین کی خدمت	25/-	ذکر خیر ″	15/-	مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول)	80/-
کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن)	35/-	از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ		مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم)	120/-
دعائیں	10/-	لبیک اللّٰھم لبیک	30/-	(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)	
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن)	90/-	سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ	50/-	تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ	35/-
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا		سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	150/-	سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ	30/-
کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن)	90/-	زبان کی نیکیاں	15/-	(مولانا محمد الحسنیؒ)	
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن)	200/-	گلدستہ حمد وسلام	6/-	بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن)	40/-
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں)	200/-	کلام ثانیؒ	زیر طبع	ذکر رسولؐ ″	55/-
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں)	355/-	از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ		مولانا محمد علی جوہر ″	175/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	70/-	دو مہینے امریکا میں	90/-	(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)	
اپنے گھر سے بیت اللہ تک	25/-	جزیرۃ العرب	70/-	کتاب النحو (حافظ عبدالرحمٰن امرتسریؒ)	18/-
از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ		حج ومقامات حج	35/-	کتاب الصرف ″	20/-
زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن)	150/-	امت مسلمہ	70/-	بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی)	40/-
باب کرم (نیا ایڈیشن)	12/-	سماج کی تعلیم وتربیت	45/-	تاریخ میلاد (حکیم الشکور)	30/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول	15/-	از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ		مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی)	30/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم	14/-	معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں)	870/-	سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمٰن شیروانی)	25/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸-

فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

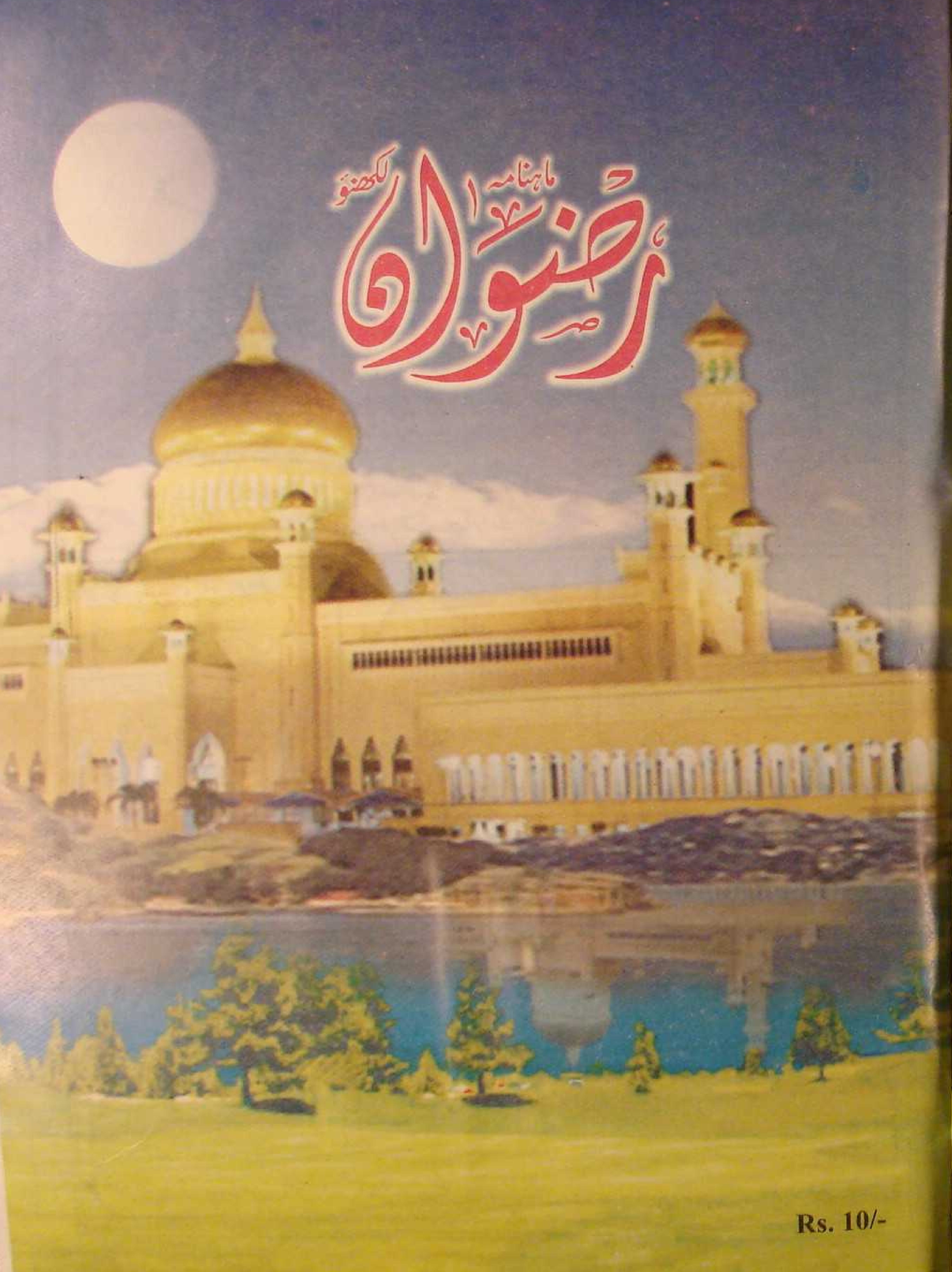

LW/NP-184/2006-08
R. N. 2416/57
Monthly
RIZWAN
Ph: 0522-2270406
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

DESIGNED BY HAMID. Mob: 9415769282 PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

9211
141985

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

شمارہ ۲	فروری ۲۰۰۸ء	جلد ۵۲

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی

• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپئے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰/روپئے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۴/۲/۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 0522 - 9452041099, 9336932231

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح مکمل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوںؒ نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، اندازِ تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

فہرست مضامین

اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
حدیث کی روشنی میں	امۃ اللہ تسنیم	۴
حدیبیہ کی صلح اسلام کی جیت	علامہ سید سلیمان ندویؒ	۶
آپ کون سا راستہ اختیار کریں گے؟	ترجمہ : سید شبیر احمد	۷
وطن رسول عربی مسلمانوں کا قبلۂ محبت	مفتی اشتیاق احمد قاسمی	۸
مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ	مولانا قمر الزماں ندوی	۱۰
داعیانِ حق کی تلاش	مولانا اسلم شیخوپوری	۱۵
صحیح طریقہ کار	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	۱۷
اولیاء اللہ کے ایمان افروز واقعات	پروفیسر خالد متین	۲۰
وقت کی پابندی کیجئے!	ابو فیصل ندوی	۲۳
شکر گذاری کی عادت ڈالئے	مولانا ابن الحسن عباس	۲۵
کون سی چپ اور کیسا سکھ	بیگم سید محمد علی جعفری	۲۸
تاثیر بیان کا نسخہ		۳۰
سوال وجواب	مفتی راشد حسین ندوی	۳۱
موسم سرما میں چہرے کی شگفتگی کیلئے چند ٹپس	انیس فاطمہ	۳۲
ماہ صفر المظفر اور مسلمان	محمد قمر الزماں ندوی	۳۳
شادی کی حکمتیں	قاری ایم. ایس. خان	۳۴
امریکہ کے کتے اور بلیاں		۳۷

اپنی بہنوں سے

مدیر

اسرائیل نے ان تمام راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی ہے جن راستوں سے فلسطینیوں کو روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں جایا کرتی تھیں۔ اب ان راستوں پر اسرائیل کے فوجی گشت کر رہے ہیں۔ نہ باہر سے کوئی چیز جا سکتی ہے نہ وہاں کے لوگ باہر نکل سکتے ہیں، غزہ کا واحد بجلی گھر ایندھن نہ ہونے کی وجہ سے بند ہو چکا ہے، پورا علاقہ تاریکی میں ڈوب چکا ہے، وہاں پر ہر چیز کی قلت پیدا ہو چکی ہے، نہ خوراک، نہ دوائیں، نہ پانی، اسپتالوں میں مریض موت کا انتظار کر رہے ہیں، اسرائیل ہر وہ ظلم جو وہ کر سکتا ہے کر رہا ہے اور پوری دنیا تماشہ دیکھ رہی، صدر بش ابھی ابھی اس علاقہ کا دورہ کر چکے ہیں اور اسرائیل کی حمایت میں بیان دے چکے ہیں جس کی قیمت فلسطینیوں کو اس طرح چکانی پڑ رہی ہے کہ ان پر دانہ پانی بند ہو چکا ہے۔

ہمیں شکایت نہ امریکہ سے ہے اور نہ یورپی ملکوں سے وہ تو ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں بلکہ ان مسلم ممالک سے ہے جو ایک خدا اور ایک نبی کے ماننے والے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اگر کسی مسلمان کا پڑوسی بھوکا رہے اور وہ کھائے تو اللہ کے رسول نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، کسی مسلم ملک نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی، اور نہ ان بے بس اور بیکس فلسطینیوں کی مدد کو آگے آئے کہاں ہے ہیومن رائٹس کے وہ کارکنان جو امریکہ میں اگر کتے بلیوں کو کوئی مار دیتا ہے تو آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں مجرم کو پکڑ کر عدالت میں پیش کر دیا جاتا ہے عدالت اس کو سزا دیتی ہے، کیا فلسطین میں رہنے والے لوگ کتے اور بلیوں سے بھی گئے گزرے ہو گئے ہیں کیا وہاں انسان نہیں جانور رہتے ہیں کہ ان پر ہر قسم کا ظلم روا اور جائز ہے وہ کسی چیز کے حقدار نہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم ممالک امریکہ کی غلامی میں کس حد تک جا چکے ہیں، یاد رکھیں، امریکہ ہمیشہ طوطا چشم رہا ہے جب تک اس کا مفاد آپ سے وابستہ ہے اسی وقت تک وہ آپ کا ساتھ دے گا جس دن اس کا مفاد آپ سے ختم ہو جائے گا آپ سے نظریں پھیر لے گا دسیوں مثالیں دنیا کے سامنے ہیں۔

حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

نیکی کا حکم اور برائی کی ممانعت

برائی کیسے روکی جائے

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا کہ تم اگر کسی کو برائی کرتے دیکھو تو اپنے ہاتھ سے روکو، اگر نہ روک سکو تو زبان سے منع کرو، اور اگر زبان سے بھی منع نہ کرسکو تو اپنے دل میں برا سمجھو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (مسلم)

بے عملوں اور بدعملوں سے جہاد

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی امت میں حواریین اور اصحاب پیدا کئے، وہ ان کی سنتوں کو اختیار کیا کرتے تھے اور ان کے حکم کی اقتدا کرتے تھے پھر پیچھے آنے والے ان کے جانشین ہوئے۔ وہ کہتے سب تھے اور عمل کچھ نہ کرتے تھے۔ اور کرتے وہ تھے جس کا حکم نہیں دیا گیا۔ پس جو ان سے اپنے ہاتھ سے لڑے وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان سے لڑے وہ مومن ہے اور جو اپنے دل سے لڑے وہ مومن ہے۔ اس کے علاوہ ایمان کا ایک ذرّہ نہیں۔ (مسلم)

حق بات کہنا اور ملامت کی پرواہ نہ کرنا

حضرت عبادۃ بن صامت سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور مانیں گے، تنگی میں، آسانی میں، راحت میں اور تکلیف میں، خواہ ہم پر بے انصافی کی جائے، یا خودغرضی۔ اور نیز اس بات پر کہ ہم حکومت میں اہل حکومت سے نہ لڑیں جب تک کھلا ہوا کفر نہ دیکھیں، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بارے میں کوئی دلیل ہو، اور اس پر کہ حق بات کہیں جہاں بھی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈریں۔ (بخاری۔ مسلم)

اگر بری باتوں کی روک تھام نہ کی گئی تو عام مصیبت آجائے گی

حضرت عثمانؓ بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکنے والے کی اور ان کا ارتکاب کرنے والے کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگوں نے ایک کشتی پر قرعہ ڈالا تو ان کے کچھ لوگ اوپر کے حصے میں رہے اور بعض نیچے کے حصے میں، نیچے والے اوپر پانی لینے جاتے اور اوپر والوں کے پاس سے گزرتے تو وہ بہت خفا ہوتے تھے۔ نیچے والوں نے کہا کہ ہم اپنے نیچے کے حصہ میں سوراخ کرلیں گے تو پھر اوپر والوں کو تکلیف نہ ہوگی۔ اگر اوپر والے ان کو ان کے ارادے سے باز نہ رکھیں گے تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا تو سب نجات پاجائیں گے۔ (بخاری)

بری بات کی ناپسندیدگی اور انکار

حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر امراء حاکم بنائے جائیں گے ان کی بعض چیزوں کو پسند کروگے اور بعض کو ناپسند کروگے، سو جس نے ناپسند کیا وہ بری ہوا، جس نے انکار کیا وہ بچ گیا لیکن جو

راضی ہوا اور ان کا شریک ہوگیا۔ (وہ خطرہ میں ہے) انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ان سے لڑیں، آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں۔ (مسلم)

برائی کے بڑھ جانے پر عذات

حضرت ام المومنین زینبؓ بنت جحش سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور زبان مبارک سے یہ فرما رہے تھے لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اس برائی سے جو قریب آگئی ہے۔ عرب کے لئے خرابی ہے، یاجوج ماجوج کا پشتہ آج کھول دیا گیا، پھر اپنے انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی ملا کر بتایا کہ اس طرح، میں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ہلاک کردیئے جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک بندے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں جب برائی بہت بڑھ جائے گی۔ (بخاری۔ مسلم)

راستہ کا حق

حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم راستہ میں بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو ہمارے لئے ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا نگاہیں نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کا راستہ سے ہٹا دینا۔ سلام کا جواب دینا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ (بخارای، مسلم)

آنحضرتؐ کا خلاف شرع کام نہ دیکھ سکنا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی، انگھوٹی ایک آدمی کے ہاتھ میں دیکھی تو اس کی انگلی سے نکال کر پھینک دیا، اور فرمایا بعض لوگ ارادۃً آگ کے انگارے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ اپنی انگوٹھی لے اور اس سے دوسرے فائدے اٹھا۔ کہا قسم خدا کی میں اس کو کبھی نہیں لے سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کو پھینک چکے ہیں۔

ظالم حاکم کو نصیحت

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ عائذ بن عمر عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور کہا اے عزیز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ برے حاکم وہ ظالم ہیں جو لوگوں کو پائمال کردیں، پس تم اس سے بچو ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان میں سے ہو۔ عبید اللہؓ نے کہا بیٹھیے بھی آپ تو صحابہ کے چوکر ہیں۔ کہا کیا ان کا بھی چوکر تھا، چوکر تو ان کے بعد ہوا ہے اور دوسروں میں ہے۔ (مسلم)

برائی سے نہ روکنے کا وبال

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیجے اور پھر تم اس کو پکارو، اور وہ تمہاری پکار نہ سنے۔ (ترمذی)

افضل جہاد

حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل جہاد جابر سلطان کے منہ پر انصاف کی بات کہنا ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت طارق بن شہاب البجلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے ایسے وقت میں سوال کیا کہ آپ رکاب پر پاؤں رکھ چکے تھے۔ پوچھا یا رسول اللہ کون سا جہاد افضل ہے فرمایا انصاف کی بات سرکش بادشاہ کے منہ پر کہنا۔ (نسائی)

اپنا راہِ راست پر ہونا کافی نہیں

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من فضل اذا اھتدیتم.

(ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو تم کو نقصان نہ پہنچائے گا جو گمراہ ہو جب کہ تم ہدایت پاچکے ہو۔ (مائدہ۔ ع ۱۴)

اور میں نے رسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ ظلم کرتے دیکھیں تو ان کے ہاتھ پکڑ لیں، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عذات کو عام کردے۔ (ترمذی۔ نسائی)

❖❖

علامہ سید سلیمان ندویؒ

حدیبیہ کی صلح اسلام کی جیت

(ذیقعدہ ٦ ہجری)

مسلمانوں کی بڑی خواہش تھی کہ وہ مکہ جاکر خانہ کعبہ کے طواف اور زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں، جس کے دیدار سے وہ سالہا سال سے محروم کردیئے گئے تھے۔ اسی ارادے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو مسلمانوں کو ساتھ لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ لڑائی کی نیت بالکل نہ تھی۔ ممانعت تھی کہ تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار نہ لیا جائے اور تلواریں بھی نیام میں ہوں۔ قربانی کے اونٹ ساتھ تھے اور عرب کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ جو سفر ایسی مقدس غرض سے کیا جائے اس میں لڑنا تو کیا تلوار اٹھانا بھی جائز نہیں۔

آپ مکے کے قریب پہنچے تو ایک مخبر کو حال دریافت کرنے کے لئے مکہ بھیجا۔ وہ خبر لایا کہ قریش ایک بڑی جماعت ساتھ لے کر مسلمانوں کو روکنے کی غرض سے آگے بڑھ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ کترا کر حدیبیہ کے مقام پر اتر پڑے اور ایک سفیر قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا:

"انا لم نجئ لقتال احد و لکنا جئنا معتمرین، و ان قریشا قد نھکتھم الحرب واضرت بھم فان شاؤا مادتھم مدة ویخلوا بینی و بین الناس۔"

"یقیناً ہم کسی سے لڑائی جھگڑے کے لئے نہیں آئے، بلاشبہ ہم تو عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں، بے شک قریش کو جنگ نے کمزور کردیا ہے اور انہیں نقصان پہنچا تا ہے، لہٰذا اگر وہ چاہیں تو میں کچھ مدت کے لئے ان سے صلح کا معاہدہ کرلوں گا اور وہ میرے اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں۔"

سفیر نے قریش کے سرداروں کے سامنے جاکر یہ تقریر کی، عروہ بن مسعود ثقفی ایک نیک دل سردار نے قریش سے کہا: کیا تمہیں مجھ سے کوئی بدگمانی تو نہیں؟ سب نے کہا: نہیں، تب انہوں نے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر اس معاملے کو طے کروں۔ لوگوں نے رضامندی ظاہر کی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قریش کا پیغام سنایا۔ عروہ نے یہاں پہنچ کر مسلمانوں کے روحانی انقلاب کا جو تماشا دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی حیرت بھری عقیدت کا جو حال اس کے دیکھنے میں آیا، اس نے اس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ قریش سے جاکر کہا کہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں، عقیدت اور محبت کی یہ تصویر مجھے کہیں نظر نہیں آئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے ہیں تو ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی ادب سے نظر بھر کر ان کی طرف نہیں دیکھتا، وضو کرنے سے جو قطرے گرتے ہیں عقیدت مند ان کو لے کر ہاتھ اور چہرے پر ملتے ہیں۔

اس پر بھی بات ناتمام رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ایک سفیر بھیجا۔ قریش نے اس پر حملہ کیا لیکن وہ بچ گئے۔ اب قریش نے لڑنے کو ایک دستہ بھیجا۔ مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا اور معافی دے دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ وہ اپنے ایک عزیز کی حمایت میں مکہ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا۔ قریش نے ان کو قید کرلیا اور مسلمانوں تک یہ خبر یوں پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے۔ مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عثمان (رضی اللہ عنہ) کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔" یہ کہہ کر آپؐ ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ اسی کا نام بیعت رضوان ہے، یعنی اللہ کی خوشنودی، کیونکہ اس کے بارے میں اللہ نے قرآن میں اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر صحیح نہ تھی، لیکن مسلمانوں کے اس جوش وخروش اور صداقت کا یہ اثر ہوا کہ قریش ہمت ہار گئے۔

(بقیہ صفحہ........١٤ پر)

تحریر: شیخ علی طنطاوی
ترجمہ: سید شبیر احمد

آپ کون سا راستہ اختیار کریں گے؟

آپ تنہا سفر کر رہے ہیں، چلتے چلتے آپ کے سامنے ایک دوراہا آجاتا ہے، ایک راستہ سخت دشوار گزار، عموماً پہاڑ کی بلندی کی طرف جارہا ہے اور دوسرا نشیبی آسانی سے طے ہوجانے والا، پہلا جو دشوار گزار ہے اس میں ہر طرف پتھر اور کانٹے بکھرے ہوئے ہیں، قدم قدم پر گڑھے ہیں، جن کی وجہ سے اوپر چڑھنا بھی مشکل ہے اور راہ طے کرنا بھی دشوار، لیکن اس پر حکومت کی طرف سے ایک کتبہ نصب ہے، جس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ راستہ اگرچہ دشوار گزار ہے اور اس پر چلنا تکلیف دہ ہے، لیکن یہی درست راستہ ہے جو بڑے شہر کو جاتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔

دوسرا راستہ ایک ہموار گزرگاہ ہے، جس پر پھل دار درخت اور شگوفے سایہ فگن ہیں، دونوں جانب ہر قسم کی تفریحات جنت نگاہ اور فردوس گوش ہیں، جن کی وجہ سے دل کھنچا جارہا ہے، لیکن راستے کے سرے پر ایک انتباہ آویزاں ہے کہ یہ راستہ انتہائی خطرناک اور مہلک ہے اور اس کے آخر میں ایک ایسا نشیب ہے جس میں یقینی موت آپ کی منتظر ہے۔ ایسی صورت میں آپ کون سے راستے کا انتخاب کریں گے؟

بیشک انسانی طبیعت دشوار کے مقابلے میں آسان راہ کی طرف مائل ہوتی ہے اور مشقت وتکلیف کے بجائے سہولت اور آرام کو پسند کرتی ہے۔ نفس انسانی قید و بند کے مقابلے میں آزادی کا دلدادہ ہے اور یہی وہ انسانی فطرت ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے، اس لئے اگر انسان کو اس کی خواہشات نفس کے مطابق آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ ان کے پیچھے لگ جائے تو ظاہر ہے دوسرا راستہ اختیار کرے گا، لیکن ایسے تمام مواقع پر عقل آڑے آجاتی ہے اور یہ موازنہ کرتی ہے کہ وقتی اور فوری لذت وراحت، جس کا انجام طویل رنج وغم اور تکلیف ہو، اچھی ہے یا عارضی اور وقتی تکلیف ومشقت جس کے بعد نہ ختم ہونے والی راحت ولذت ہو، بہتر ہے اور بالآخر وہ پہلا راستہ اختیار کرتی ہے۔

یہی مثال جنت اور دوزخ کی طرف جانے والے راستوں کی ہے، دوزخ کے راستے میں ہر وہ چیز موجود ہے جو لذیذ اور مرغوب ہے، انسانی طبیعت ان کی طرف مائل ہوتی ہے اور خواہشات نفسانی انسان کو ان کی طرف دھکیلتی ہیں، اس راہ میں حسن وجمال اور اس کی فتنہ آفرینیاں ہیں، شہوانی خواہشات کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور فوری لذت حاصل ہوتی ہے، اس راستے میں ہر طریقے سے مال حاصل کرنے کا جواز ہے اور مال و دولت ایسی چیز ہے جو ہر شخص کو مرغوب و مطلوب ہے، اس میں ہر قسم کی آزادی اور آوارگی کی سہولت ہے اور کون ہے جو آزادی کو پسند نہیں کرتا اور پابندیوں سے بیزار نہیں؟

اس کے برعکس جنت کے راستے میں ہر طرح کی مشقت اور دقت ہے، پابندیاں اور رکاوٹیں ہیں، نفس سے جنگ کرنا اور خواہشات سے کنارہ کش ہونا پڑتا ہے، لیکن اس وقت مشقت کا صلہ جو اس راہ میں برداشت کرنی پڑتی ہے آخرت میں ابدی اور دائمی راحت کی صورت میں ملتا ہے اور جہنم کے راستے سے عارضی لذتوں کا ثمرہ دوزخ کا نہ ختم ہونے والا عذاب ہے۔ اس کی مثال بعینہٖ اس طالب علم کی سی ہے جو امتحان کے دنوں میں رات کے وقت جب کہ گھر کے باقی افراد ٹی وی کے سامنے بیٹھے دلچسپ پروگراموں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں لیکن وہ سب سے الگ تھلگ اپنی کتابوں اور کاپیوں میں غرق اور محنت ومشقت برداشت کررہا ہو، تاکہ اس کا نتیجہ کامیابی کی راحت کی صورت میں برآمد ہو یا پھر اس کی مثال ایسے مریض کی سی ہے جو چند دن چٹ پٹے اور مزیدار کھانوں سے پرہیز کی زحمت اور پابندی برداشت کرتا ہے اور نتیجہ کے طور پر اسے صحت کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

مفتی اشتیاق احمد قاسمی

وطن رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمانوں کا قبلۂ محبت

بڑے خوش نصیب ہیں وہ نفوس جن کو اللہ تعالیٰ نے حج وزیارت حرمین کی توفیق بخشی، خصوصاً وہ باتوفیق حجاج کرام جو دنیا کے مختلف گوشوں سے راست پرواز کے ذریعہ "مدینہ منورہ" (زادہا اللہ شرفاً وعظمۃ) پہنچیں گے، آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوکر باادب دست بستہ کھڑے ہوکر درود وسلام کا نذرانہ پیش کررہے ہوں گے، اپنے دوست واحباب کی طرف سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۂ عقیدت ومحبت، گلدستۂ عشق ووارفتگی پیش کررہے ہوں گے، وہی مدینہ جس کا چپہ چپہ قابل عظمت اور لائق احترام ہے، جہاں کی آب وہوا جنت النعیم کے مشابہ ہے، جس کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی طیبہ، کبھی طابہ اور کبھی طیّبہ سے تعبیر فرماتے تھے، پاکیزگی وخوش گواری رعنائی، وزیبائی جس کے مفہوم ومعنیٰ میں پیوست ہے، جہاں سکینت کا نزول ہر لمحہ ہوتا رہتا ہے، غم واندوہ اور خوف وہراس سے بوجھل دلوں کو بھی وہاں جاکر سکون واطمینان نصیب ہوجاتا ہے۔ وہاں ہر وہ عمل ناجائز ہے جو وہاں کی عظمت، حرمت اور تقدس کے خلاف ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المدینة خیرلهم لو کانوا یعلمون، لا یدعها احد رغبة عنها الا ابدل الله فیها من هو خیر منه ولا یثبت احد علی لاوائها وجهدها الا کنت لهو شفیعاً او شهیداً یوم القیامة۔ (مسلم)

مدینہ منورہ مسلمانوں کے لئے بہتر ہے (خواہ وہاں کبھی بعض سہولیات مہیا نہ ہوں خواہ کوئی تکلیف ومشقت بھی برداشت کرلینا پڑے) اگر وہ اس کی خیر وبرکت کو جانتے (تو کسی تنگی وپریشانی کی وجہ سے اور کسی لالچ میں اس کو نہ چھوڑتے) جو کوئی اپنی پسند اور خواہش سے اس کو چھوڑ کے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اپنے کسی ایسے بندے کو بھیج دے گا جو اس سے بہتر اور افضل ہوگا۔ (یعنی کسی کے اس طرح چلے جانے سے مدینے میں کوئی کمی نہیں آئے گی بلکہ وہ جانے والا ہی اس کی برکات سے محروم ہوکر جائے گا) اور جو بندہ مدینہ طیبہ کی تکلیفوں، تنگیوں اور مشقتوں پر صبر کرکے وہاں پڑا رہے گا میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں گا یا اس کے حق میں شہادت دوں گا۔ (مسلم)

مذکورہ بالا حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر وہ مسلمان جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں رہ کر تکلیفوں کو برداشت کرلے سختیوں پر صبر کرلے تو اس کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش نصیب ہوگی، اس کی خطائیں معاف کردیں جائیں گی، قصور بخش دیئے جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے ایمان صادق کی گواہی دیں گے، اعمال کے صالح ہونے کی تصدیق فرمائیں گے، اس کے نیک اور پاک طینت ہونے کی شہادت دیں گے، جس کی وجہ سے اس آدمی کے وارے نیارے ہوجائیں گے، قیامت کے دن جب کہ خوف وہراس کا ماحول ہر طرف ہوگا اس آدمی کے لئے خوف ومایوسی کے بجائے خوشی وشادمانی ہوگی، وہ شادکام ہوجائے گا اس وقت اس کا دل خوشیوں سے بلیوں اُچھل رہا ہوگا۔ ہزار جانیں قربان ہوں ایسے خوش نصیب پر۔

مدینہ طیبہ (زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً وعظمۃً) کے چاروں طرف فرشتوں کے پہرے لگے ہوتے ہیں وہاں کوئی عمومی وبا داخل نہیں ہوسکتی اور نہ ہی ایمان ویقین کو ختم کرنے والا کوئی عمومی فتنہ داخل ہوگا۔

صحیحین کی حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینے کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہوسکتا۔ (بخاری ومسلم)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر طیب میں جس طرح جینا بڑی فضیلت ومنزلت کا باعث ہے اسی طرح وہاں مرنا بھی باعث شرف ومباہات ہے۔ اگرچہ موت کی جگہ کی تعیین کسی آدمی کے اختیار میں نہیں کہ فلاں جگہ میری موت ہوگی تاہم بندہ آرزو وتمنا ضرور کرسکتا ہے، دعا کرنے کے ساتھ ہی کوشش کرنا بھی بعید از قیاس نہیں کہ جس جگہ مرنا چاہے وہیں جاکر پڑجائے، اگر قضاء وقدر کا فیصلہ اس کے خلاف نہیں ہے تو موت اسی جگہ آئے گی اور کوشش کامیاب ہوسکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بها، فانی اشفع لمن یموت بها۔ (مسند احمد وسنن ترمذی)

جو مسلمان اس کی کوشش کرسکے کہ مدینہ میں اس کی موت ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ (اس کی کوشش کرے اور) مدینہ میں مرے، میں ان لوگوں کی ضرور شفاعت کروں گا جو مدینہ میں مریں گے (اور وہاں دفن ہوں گے)۔

اگر کوئی آدمی اخلاص کے ساتھ اس کی کوشش کرے تو اسے یہ سعادت انشاء اللہ ضرور حاصل ہوگی۔

اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت حاصل کرنا اور اپنا خون اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کے لئے بہادینا اور سر کٹا لینا بڑی فضیلت وعظمت کی بات ہے، بستر پر مرنا اور میدان قتال وجہاد میں جام شہادت نوش کرنا دونوں ہرگز برابر نہیں ہوسکتے، اسی کے ساتھ مدینہ منورہ میں مرنا، اور وہیں دفن ہونا بڑی خوش قسمتی کی علامت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے ہیں، انہوں نے یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا، اس پر حضرت عمرؓ نے بڑی حسرت سے کہا کہ: بھلا مجھے شہادت فی سبیل اللہ کیسے نصیب ہوسکتی ہے جب کہ میں جزیرۃ العرب کے درمیان مقیم ہوں (اور وہ سب دارالاسلام بن چکا ہے) اور میں خود جہاد نہیں کرتا اور اللہ کے بندے ہر وقت میرے آس پاس رہتے ہیں، پھر خود ہی کہا: "بلی یاتی بها الله ان شاء" (فتح الباری) ہاں ہاں! کیوں نہیں مجھے شہادت نصیب ہوسکتی ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہی حالات میں مجھے شہادت سے نوازے گا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ علیہ نے دعا فرمائی:

اللهم ارزقنی شهادةً فی سبیلك وجعل موتی فی بلد رسولك۔

"اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر طیب میں مقدر فرما!"

وہاں قریب میں آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پورا واقعہ سن رہی تھیں وہ بول پڑیں: "یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ راہِ خدا میں شہید بھی ہوں اور موت مدینہ منورہ میں بھی ہو؟" ان کے جواب میں آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ چاہیں گے تو یہ دونوں باتیں ہوجائیں گی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس دعا کے بارے میں کسی کو یقین نہیں تھا کہ یہ دعا آخر کس طرح قبول ہوگی؟ یہ عجیب وغریب اور بظاہر ناممکن سی دعاء تھی، لیکن جب دعاء کی قبولیت کا ظہور ہوا اور "ابولولو" مردود نے مسجد نبوی کی محراب میں آپ کو زخمی کیا، اور یہی زخم آپ کی شہادت کا باعث بنا تب سارے صحابہ کرامؓ نے سمجھا کہ "دعائے عمر" اس طرح قبول ہوچکی تھی۔ واقعتاً اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی چیز کو کرنا چاہتے ہیں تو ناممکن کو بھی ممکن بنادیتے ہیں۔

❖❖❖

مولانا قمر الزماں ندوی
استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپ گڑھ

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہندوستان میں بعض اہل علم نے تنہا وہ کام کیا ہے، جو مغربی ممالک میں پورے ادارے، سوسائٹیاں اور اکیڈمیاں انجام دیتی ہیں۔ ان ہی عبقری علماء اور اہل علم میں ایک اہم نام حکیم عبدالحی حسنیؒ کا ہے۔ مولانا عبدالحی نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ کو مختلف پہلوؤں سے مرتب فرمایا اور درحقیقت انہوں نے وہ قرض یا فرض ادا کیا جو ہندوستان کے اہل علم و اہل قلم پر صدیوں سے چلا آرہا تھا۔

ولادت خاندان اور ماحول

مولانا سید عبدالحی حسنیؒ ۱۸ر رمضان ۱۲۸۶ھ (مطابق ۲۲ر دسمبر ۱۸۶۹ء میں دائرہ علم اللہ میں پیدا ہوئے جو شہر رائے بریلی سے مغرب میں تین کلومیٹر پر واقع ہے۔ آپ کا خاندان ہندوستان کا مشہور حسنی سادات کا خاندان ہے جس خاندان میں بڑے بڑے اہل علم، مشائخ صلحاء وعلماء اور مجاہد پیدا ہوئے۔ مولانا کے والد ماجد حکیم سید فخر الدین خیالی مرحوم حاذق طبیب، پرفکر شاعر، ہونہار مصنف اور فارسی کے مسلم ادیب تھے۔ ان کی تصنیفات میں "مہر جہاں تاب" (فارسی) خاص طور سے قابل ذکر ہے جس کو علوم وفنون اور علمی تاریخ کا انسائیکلو پیڈیا کہہ سکتے ہیں، یہ کتاب تین ضخیم جلدوں میں ہے۔

تعلیم وتربیت اور سلوک ومعرفت کی تکمیل

آپ کی نشو ونما علمی وروحانی ماحول میں ہوئی۔ ابتدا ہی سے بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے اور لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ عربی کی ابتدائی کتابیں حضرت شاہ ضیاء النبیؒ سے پڑھیں پھر الہ آباد گئے اور تقریباً دو سال وہاں رہ کر مولانا محمد حسین الہ آبادی اور دیگر علماء کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۳۰۱ء میں علم کے شوق میں بھوپال گئے، اس وقت بھوپال ہندوستان کے علماء اور اہل علم کا مرکز ومحور تھا۔ ۱۳۰۳ء میں وطن واپس ہوئے اور کچھ دن وطن میں رہ کر لکھنؤ آئے اور مہاراجہ بلرام پور کی کوٹھی میں قیام رہا۔ کچھ دنوں کانپور میں رہ کر مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا فتح محمد تھانوی سے فقہ پڑھی۔ پھر لکھنؤ میں مسجد نوازی میں قیام کیا اور بڑی محنت وعسرت اور جفاکشی کے ساتھ مولانا امیر علی، مولوی الطاف علی، مولوی فتح محمد صاحب تائب آخوند، مولانا احمد شاہ ولایتی، مولانا فضل اللہ اور مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی سے کتب درسیہ پڑھیں۔ لکھنؤ سے فراغت کے بعد دوبارہ بھوپال گئے اور قاضی عبدالحق سے بقیہ کتب درسیہ مولانا سید احمد دہلوی سے ریاضی، مولانا شیخ محمد عرب اور شیخ حسین المحسن الیمانی سے حدیث کی تحصیل کی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد لکھنؤ کے نامور طبیب حکیم عبدالعلی سے طب کی کتابیں پڑھیں اور حکیم عبدالعزیز سے قانون (بوعلی سینا کی مشہور کتاب) پڑھا اور پھر حکیم عبدالعلی کے یہاں مطب شروع کیا۔

۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں آپ نے جب کہ آپ کی عمر ۲۶ برس تھی ہندوستان کے مشہور دینی وعلمی مرکزوں کا سفر کیا اس سفر میں آپ نے مغربی یوپی، دہلی، اطراف دہلی ہریانہ اور پنجاب کے مشہور شہروں اور قصبات کا سفر کیا اور مشاہیر اہل علم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے درس میں شرکت کی، حدیث کی اجازت حاصل کی اور علمی وباطنی استفادہ کیا۔ اس سفر میں آپ کا معمول تھا کہ روزانہ کی یادداشت مرتب کرلیتے اور اصل علم وفضل کی باتیں انہیں کے لفظوں میں لکھ لیتے۔ اس روزنامچہ اور سفرنامہ سے آپ کی غیر معمولی واقفیت، تبحر علمی، ذہنی بلوغ اور تحریری وادبی صلاحیت کا نمایاں اظہار ہوتا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی کی نظر جب اس مسودہ پر پڑی تو انہوں نے اس کو معارف میں قسط وار شائع کیا۔ ذیلی عنوانات قائم کیے، حواشی وتشریحی نوٹ کا اضافہ فرمایا۔ ۱۹۸۸ء میں یہ رسالہ "دہلی اور اس کے اطراف" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔

زمانہ طالب علمی ہی میں قطب عصر مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی کی خدمت میں کئی بار حاضر ہوئے اور مولانا نے بلا درخواست آپ کو بیعت فرمالیا اور خصوصی توجہ وشفقت فرمائی۔ خاندانی بزرگوں میں سے مولانا عبدالسلام ہنسوی سے خصوصی فیض اٹھایا، ان کے انتقال کے بعد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے خط وکتابت کی اور بیعت عثمانی سے مشرف ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ پھر بعد مکانی اور ان اکابرین کے انتقال کے سبب آپ نے سلوک کے منازل اپنے خسر حضرت شاہ ضیاء النبی اور اپنے والد ماجد حکیم سید فخر الدین اور اپنے ماموں حضرت شاہ عبدالسلام ہنسوی کے خلفاء کی خدمت میں طے کیے اور ان حضرات سے اجازت وخلافت عطا ہوئی۔

اخلاق وعادات اور مزاج وخصوصیات

طبیعت میں خلوت پسندی، کم گوئی، حیا، خودداری اور کم آمیزی تھی، قدرت نے جلال وجمال دونوں نعمتیں عطا فرمائی تھیں جس مجلس میں ہوتے ممتاز اور نمایاں رہتے۔ توکل واستغناء حد درجہ تھا، ہر کام میں اتباع سنت کا خیال کرتے۔ عزیز واقارب کے ساتھ صلہ رحمی اور سلوک کا بڑا اہتمام رکھتے۔ نام ونمود اور شہرت پسندی سے سخت نفرت تھی۔ عصبیت، غلو اور مبالغہ آمیزی سے کوسوں دور رہتے۔ مزاج میں لطافت ونفاست تھی۔ اس کے علاوہ معاملہ فہمی، مردم شناسی، سلامت روی آپ کی خاص صفات تھیں۔ مولانا عبدالحی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ "نہایت خوددار اور کم آمیز تھے لیکن اس کے ساتھ نہایت خلیق، خندہ جبیں اور شگفتہ طبیعت تھے، مل کر کام کرنے کی قابلیت جو عرصہ سے مسلمانوں میں مفقود ہے آپ میں ایسی پائی جاتی تھی کہ ندوہ کے ارکان ومعتمدین سب آپ پر اعتماد رکھتے تھے اور کسی کو کوئی شکایت آپ سے نہ تھی۔ دو زریں اصولوں پر ہمیشہ آپ کا عمل رہا۔ (۱) دوسروں کے جذبات کا لحاظ رکھنا اور ان کے اختیارات میں دخل نہ دینا۔ (۲) اپنے اختیارات کے حدود میں بھی دوسرے معتمدین یا ارکان سے مشورہ لے لینا۔" (یادایام ص ۳۱)

جب دارالعلوم ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے ابتدائی جلسوں ہی سے شریک ہونے لگے ۱۳۱۲ھ میں ناظم ندوۃ العلماء مولانا محمد علی مونگیری کے ماتحتی میں کام شروع کیا۔ ۱۳۲۲ھ تک مددگار ناظم رہے۔ ۱۳ر اپریل ۱۹۱۵ء میں آپ ناظم مقرر ہوئے اور زندگی کے آخری لمحہ تک اس منصب پر سرفراز رہے۔ دوران نظامت آپ کی ذمہ داریاں اور مصروفیتیں طرح طرح کی تھیں۔ ایک طرف ندوۃ العلماء کی نظامت اور نظامت سے متعلق خط وکتابت اور اس کے سالانہ جلسوں کی تیاریاں اور ان میں شرکت تو دوسری طرف خاموش تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی آپ نے ان تمام ذمہ داریوں اور مصروفیتوں کو پورے استقلال، خاموشی اور انہماک کے ساتھ نبھایا اور کہیں بھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش اور آپ کے استقلال طبیعت میں فرق نہ آیا۔ سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دور نظامت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مولانا سید محمد علی مونگیریؒ صاحب ناظم تھے، ان کی نگاہ انتخاب فوراً اس جوہر قابل پر پڑی۔ وہ دن ہے اور ان کی وفات کا دن ہے کہ ندوہ ان کی خدمات سے کبھی محروم نہ رہا۔ ندوۃ العلماء پر کیا کیا انقلابات آئے کتنے ارکان بدلے کتنے منتظمین آئے اور کتنے گئے، کتنے معتمد وناظم عزل ونصب ہوئے، کتنے فتنے اور حوادث پیدا

ہوئے مگر ان تمام حالات وحوادث کے طوفان میں ثبات واستقلال کی صرف ایک چٹان تھی جو اپنی جگہ پر تھی اور وہ مولانا سید عبدالحی صاحب مرحوم کی ذات تھی۔"

علمی کمالات وخدمات

اردو فارسی اور عربی ادب میں زبردست عبور رکھتے تھے۔ بے ساختہ عربی زبان میں لکھتے تھے۔ آپ کی عربیت کے ڈاکٹر تقی الدین ہلالی صرف قائل ہی نہ تھے بلکہ معترف اور متاثر تھے۔ اردو تحریر میں متانت وسنجیدگی حلاوت وبے ساختگی پائی جاتی تھی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں (مولانا عبدالحی حسنیؒ) اردو فارسی اور عربی میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔ ہندوستان میں ایسی سلیس وشگفتہ زبان لکھنے والے مشکل سے گزرے ہوں گے۔ عربی کے متعدد صاحب نظر ادباء عرب آپ کی عربیت اور حسن تحریر کے قائل پائے گئے اردو تحریر میں چاشنی بے ساختگی ہے خصوصاً تاریخی مضامین میں بڑی لطافت اور ادبی حلاوت ہے جس کا نمونہ ان کی تصنیف یاد ایام (تاریخ گجرات) اور گل رعنا کے حواشی ہیں۔ (یاد ایام۔ ص ۴۴)

دینی خدمات

قدرت کی طرف سے آپ کو دردمند اور حساس دل ملا تھا۔ آپ نے جس عہد میں ہوش سنبھالا وہ مسلمانان ہند کی تاریخ کا عجیب وغریب دور تھا۔ تہذیبوں اور عہدوں کی کشمکش کا دور تھا۔ آپ کے ضمیر مزاج میں اصلاح تبلیغ اور جدوجہد کا جذبہ تھا۔ اصلاح معاشرہ کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ اصلاح معاشرہ کی خاطر آپ نے بے شمار کتابیں اور رسائل بھی تحریر کئے اور رسالہ "اصلاح" بہت ہی مفید اور مشہور ہے اور اصلاح معاشرہ ہی کی خاطر حدیث اور قرآن کا خصوصی درس دیتے تھے۔ ان کی بڑی آرزو تھی کہ اسی شغل میں زندگی بسر ہو جائے۔

حکیم عبدالحی حسنی اہل علم کی نظر میں

اہل علم کی نظر میں آپ کا مقام کتنا بلند تھا اس کا اندازہ مختلف اداروں اور شخصیتوں کی طرف سے مولانا کے انتقال پر جو تعزیتی تجاویز پاس کی گئیں ان سے لگایا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ہم صرف مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی صدر یار جنگ کے تاثرات کو نقل کرتے ہیں جس سے حکیم صاحب کی شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ "حضرات جب کہ میں اس مجمع عظیم پر نگاہ ڈالتا ہوں تو میری نیاز آگیں آنکھیں اس چیز کو ڈھونڈتی ہیں جو جمال وکمال کے نور سے ہمارے دلوں کو ایک ثلث صدی تک منور کرتا رہا۔ جمال میں حسب ونسب کا نور تھا۔ کمال میں علم وعمل کا۔ میری مراد مولوی حکیم عبدالحی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء سے ہے۔ کسی مقصد عالی کے حصول میں مخلصانہ اتحاد وعمل دلوں میں ربط وتعلق پیدا کردیتا ہے جس کو موت بھی فنا نہیں کرسکتی یہی ربط ہے جو ہماری نگاہوں کو اس پاکیزہ صورت کی تلاش میں ہر طرف لے جاتا ہے۔ آج وہ ہم میں نہیں ہیں مگر ان کے حسن وعمل کا نور ندوۃ العلماء کے درودیوار سے تاباں ہے اور فضل ربانی شامل حال ہے تو صدیوں تک رہے گا۔ سید صاحب کی مردم شناسی، معاملہ فہمی، علمی خدمت اور اخلاص عمل وہ صفات ہیں جو اپنی آپ ہی نظیر تھیں۔" (مقدمہ یاد ایام)

تصنیفات وتالیفات

مولانا نے بہت کم عمر پائی تھی، صرف ۵۵ سال کی عمر میں مولانا نے علوم وفنون کے میدان میں تنہا وہ کارنامہ انجام دیا جو مغربی ممالک میں پوری اکیڈمی انجام دیتی ہے۔ مولانا نے یہ خدمات اور کارنامے اس خاموشی اور گمنامی کے ساتھ انجام دیا کہ نہایت محدود حلقۂ احباب کے سوا کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی اور اب بھی اس کام کی وسعت، گہرائی اور گیرائی اور عظمت کا اندازہ بہت کم لوگوں کو ہے۔ ذیل میں ہم ان کی اہم تصنیفات وتالیفات کا ایک اجمالی جائزہ پیش کررہے ہیں:

نزهة الخواطر (نیا نام الاعلام بمن فی الہند من الاعلام)، یہ کتاب آپ کی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے جس میں ساڑھے چار ہزار سے زیادہ مشاہیر ہند کا تذکرہ ہے اور جو آٹھ جلدوں میں ہے جس میں پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی تک کے علماء ومشائخ کے حالات ہیں، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اس کتاب کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "نزہۃ الخواطر کا ایک طرف زمانی رقبہ پہلی صدی ہجری تک محیط ہے۔ دوسری طرف اس کا مکانی وجغرافیائی رقبہ درۂ خیبر سے خلیج بنگال تک وسیع ہے۔ کتاب سوانح نگاری کا ایک جیتا جاگتا مرقع ہے۔ مشرق ومغرب کے علمی حلقوں میں یکساں طور پر اس موضوع پر سب سے بڑے مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

معارف العوارف (الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند) یہ کتاب ہندوستان میں علم کی تاریخ اور ہزار سالہ اسلامی عہد کی مصنفین اور تصنیفات کی ڈائرکٹری ہے اور ہندوستان کے متعلق مستند معلومات کا سب سے بہتر مآخذ اور ذخیرہ ہے۔ شرق اوسط اور عالم اسلام میں ہندوستان کو متعارف کرانے اور مسلمانوں کی علمی، دینی خدمات سے واقف کرانے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ کتاب الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند کے نام سے المجمع العلمی العربی کی طرف سے ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کا ترجمہ "اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں" کے نام سے دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوچکا ہے۔

جنة المشرق: یہ کتاب اسلامی عہد کا ایک چھوٹا سا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے اور مصنف کے عمر بھر کے مطالعے کا نچوڑ اور خلاصہ بھی۔ اس کتاب سے اس ملک کے اسلامی عہد کی پوری تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اسلامی عہد کے تمدنی، تعمیری اور انتظامی کارنامے بیک نظر سامنے آجاتے ہیں۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کی جانب سے الہند فی العہد اسلامی کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ "ہندوستان اسلامی عہد میں" کے نام سے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوا۔

گل رعنا: یہ کتاب اردو شعراء کے حالات اور نمونۂ کلام پر مشتمل ہے اور اردو زبان وادب کی تاریخ پر بے مثال وبے نظیر کتاب ہے اس کتاب میں انہوں نے پہلی مرتبہ "آب حیات" پر تنقید کی ہے۔ اور اس کی بعض روایات کو تاریخی حیثیت سے بے بنیاد ثابت کیا ہے جس کو آزاد کے سحر نگار قلم اور "آب حیات" کی غیر معمولی مقبولیت کی وجہ سے حقیقت سمجھ لیا گیا تھا۔ اس کتاب میں اردو زبان وشاعری کی شروعات وابتداء کے بارے میں بعض نادر معلومات اور نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ متعدد یونیورسٹیوں نے اس کو اپنے نصاب میں داخل کیا ہے اور اس کتاب کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

یاد ایام (تاریخ گجرات): گجرات کے علماء ومشائخ کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے اور گجرات کی تاریخ کے سیاسی، تمدنی، علمی اور مذہبی پہلو پر حاوی ہے۔ خلیق احمد نظامی اس کتاب کی علمی اور فنی خصوصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مولانا مرحوم نے ۷۵-۸۰ صفحات میں گجرات کی تاریخ کا ایسا جامع اور دلچسپ مرقع پیش کردیا ہے جو ان کے تبحر علمی اور تاریخی بصیرت کا کرشمہ ہے۔ کسی دوسری کتاب کو پڑھ کر گجرات کی وہ تصویر تصور میں روشن نہیں ہوتی جو یاد ایام کے مطالعے کے بعد ذہن میں جگمگا اٹھتی ہے، اگر یاد ایام کے طرز پر ہندوستان کے اور علاقوں کی سیاسی اور تمدنی تاریخ کے مرقع تیار کئے جائیں تو قرون وسطیٰ کی ثقافتی تاریخ کے کتنے پہلو روشن ہوجائیں۔ (یاد ایام ۲۴)

آگے مزید لکھتے ہیں "یاد ایام" مختصر نویسی کا اعجاز اور تاریخ نویسی کا شاہکار ہے۔ یہاں عبارت کی دلکشی بھی ہے اور تاریخ کا ایک وسیع، متحرک اور بصیرت افروز نصب العین بھی۔ یہ کام صرف "نزہۃ الخواطر" اور "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" کا مصنف ہی انجام دے سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے بڑی کامیابی سے یہ تاریخی خدمت انجام دی ہے اور سیکڑوں کتابوں کا عطر چند صفحات میں پیش کردیا

ہے۔ (بحوالہ مقدمہ یاد ایام) دیگر تصنیف میں تلخیص الأخبار فی تہذیب الاخلاق، اصلاح، الغنانی الاسلام اس کے علاوہ اردو، عربی، فقہ حدیث اور طب پر بھی متعدد کتابیں اور اصلاحی رسالے ہیں طوالت کے خوف سے ان کتابوں کا تذکرہ اور تعارف چھوڑا جا رہا ہے۔

مولانا حکیم سید عبدالحیؒ بحیثیت مؤرخ

تاریخ ایک بلند مرتبہ علم و فن ہے جو کثیر الفوائد بھی ہے اور خوش مباحثہ فن بھی۔ تاریخ ہم کو سابقہ امتوں کے اخلاقی حالات انبیاء علیہم اسلام کی پاک سیرت اور سلاطین کے طرز حکومت سے روشناس کراتی ہے۔ تا کہ جو شخص دینی اور دنیوی معاملات میں ان میں سے کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اس کا دامن فائدہ سے خالی نہ رہے۔ فن تاریخ کی انہی خصوصیات کی بنا پر حکیم سید عبدالحی حسنیؒ نے تاریخ اور سیرت و سوانح کو اپنا خصوصی موضوع بنایا۔ مولانا مرحوم تاریخ کی افادیت اور مؤرخ کی ذمہ داریوں دونوں کا صحیح احساس رکھتے تھے، مولانا نے برسہا برس شبانہ روز اسلامی ہند کی تاریخ اور تمدن کے مآخذ کو کھنگالا تھا اور ایسے ایسے گوشوں کا پتہ لگایا تھا جہاں مؤرخین کی متجسس نگاہیں نہ پہنچ سکی تھیں۔ تاریخ مولانا مرحوم کی نظر میں واقعات کی کھتونی سے زیادہ قوموں کی حیاتِ اجتماعی اور ان کی علمی اور ذہنی جد و جہد، افکار اور اعمال کی تفسیر اور انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کی عکاسی کا نام تھا۔

وفات اور اولاد

۵/ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ / ۲/ فروری ۱۹۲۳ء جمعہ اور شنبہ کی درمیانی شب میں مختصر علالت کے بعد انتقال کیا اور حضرت شاہ علم اللہ کے جوار میں مدفون ہوئے۔ اولاد میں دو فرزند مولانا سید عبدالعلی صاحب مرحوم اور ابوالحسن علی ندویؒ اور دو دختر تھیں یہ سب بھی اللہ کے پیارے ہو چکے ہیں۔

مراجع کتب

۱- حیات عبدالحیؒ — مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
۲- یاد ایام — مولانا عبدالحی حسنیؒ
۳- سہ ماہی کاروان ادب، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۴- تذکرہ خاندان علم اللہی — مولانا ثانی حسنی ندوی
۵- تاریخ ندوۃ العلماء اول — مولانا اسحاق جلیس ندوی
۶- تاریخ ندوۃ العلماء دوم — شمس تبریز خاں
۷- سیرت محمد علی مونگیری — مولانا محمد الحسنی
۸- روداد چمن — محمد الحسنی
۹- مقدمہ ابن خلدون — ابن خلدون
۱۰- مقدمہ تہذیب الاخلاق — مولانا علی میاں ندویؒ

●●●

بقیہ .... حدیبیہ کی صلح اسلام کی جی

انہوں نے بھی اپنا ایک سفیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور پہلی شرط یہ پیش کی کہ مسلمان اس سال واپس جائیں اور اگلے سال آئیں، تین دن رہ کر واپس جائیں۔ کچھ رد و بدل کے بعد دس سال کیلئے لڑائی موقوف ہوئی اور یہ شرطیں منظور ہوئیں کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال تین دن کے لئے آئیں، تلوار کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو اور تلواریں بھی میان میں ہوں، جاتے وقت مکہ میں جو مسلمان رہ جائیں ان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں، قریش میں سے کوئی مسلمان ہو کر مدینے چلا جائے تو واپس کر دیا جائے اور اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکے چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے، عرب کے قبیلوں میں سے جو جس فریق کے ساتھ چاہے معاہدے میں شریک ہو جائے۔ اس معاہدے کے بعد مسلمان مدینہ واپس چلے آئے۔

معاہدے کی یہ شرطیں گو ظاہر میں کڑی تھیں اور اسی لئے جوش میں بھرے ہوئے کچھ مسلمانوں کو ان کے ماننے میں تامل ہو رہا تھا، مگر جب خود اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مان چکے تو پھر کس کو انکار کی جرأت ہو سکتی تھی۔ چند ہی دنوں کے بعد معلوم ہو گیا کہ یہ شرطیں اسلام کے حق میں بے حد فائدے کی تھیں۔

اب تک مسلمان جس اصول کی خاطر قریش سے مقابلہ کر رہے تھے، وہ یہ تھا کہ اسلام کو اپنی اشاعت کی آزادی کا حق ملے اور قریش اس راہ کا روڑا نہ بنیں۔ قریش کو اس کے ماننے سے اب تک انکار تھا۔ حدیبیہ کی صلح نے اس اصول کو منوا لیا اور اسلام کو اپنی اشاعت کی آزادی کا حق مل گیا اور یہی اس کی جیت تھی۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

"بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح عنایت فرمائی۔" (الفتح ۴۸:۱)

●●

مولانا اسلم شیخوپوری

داعیانِ حق کی تلاش

گیارہ ستمبر کے حادثہ کے بعد کوئی دن نہیں جاتا کہ عالم اسلام کی پسپائی کی کوئی نہ کوئی خبر سننے میں نہ آتی ہو، لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ عالم اسلام تو پسپا ہو رہا ہے مگر اسلام آگے بڑھ کر عالم کفر کے قلب پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ یقیناً اللہ قادر ہے وہ موت کی کوکھ سے زندگی برآمد کرتا ہے، ظلمت شب سے سپیدۂ سحر نمودار کرتا ہے اور خزاؤں کے بطن سے سامانِ بہار فراہم کرتا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

"ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ممکن ہے تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بدتر ہو، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" (القرآن)

تاریخ میں پہلے بھی کئی بار ایسا ہو چکا ہے جب کفار کی یورش کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے بظاہر شکست تسلیم کر لی۔ لیکن اسلام نے شکست تسلیم نہ کی اور وہ فاتحین کو مفتوح کر کے رہا۔ آپ فتنۂ تاتار ہی کو لے لیجئے جب ایک وحشی قوم نے عالم اسلام کو پوری طرح تاراج کر کے رکھ دیا تھا اور اس کی ہیبت اور غیر معمولی دھاک دلوں پر ایسی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس زمانے میں یہ بات ضرب المثل بن گئی تھی۔ "اذا قيل لك ان التتر قد انهزموا فلا تصدق" (اگر تم سے یہ کہا جائے کہ تاتاریوں کو شکست ہو گئی تو اس بات کی تصدیق نہ کرنا) لیکن پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جن وحشیوں کو مسلمانوں کی تلواریں مغلوب نہ کر سکیں، ان کے سر اسلام کی صداقت اور حقانیت کے سامنے جھک گئے۔ وہی تاتاری جو کل تک مساجد کی بے حرمتی اور ویرانی میں پیش پیش تھے، دیکھا گیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے نئی نئی مساجد تعمیر کر رہے ہیں، ان کی اذانوں سے فضا گونج رہی ہے اور ان کی سسکیوں اور نالوں سے آخر شب میں مساجد کے گوشے آباد ہیں۔

گیارہ ستمبر کے بعد حوادث کا ایک نہ ختم ہونے والا جو سلسلہ شروع ہوا ہے، اس شر کی کوکھ سے بھی خیر برآمد ہوا ہے وہ یہ کہ یورپ کا نوجوان اسلام کی طرف متوجہ ہوا ہے، اسے روحانی اعتبار سے اپنی تہی دامنی، تشنہ لبی اور دیوالیہ پن کا احساس ہوا ہے۔ عیسائیت جیسا دیمک خوردہ اور تحریف شدہ مذہب علمی، عقلی اور روحانی اعتبار سے اسے مطمئن نہیں کر سکا۔ اس پر یہ بات کھلتی جا رہی ہے کہ اسے کھوٹے سکے دے کر بہلایا جاتا رہا، اس کے سامنے اسلام کی غلط تصویر پیش کی جاتی رہی، اسلام کو وحشت و تشدد اور جہالت کے علمبردار کے طور پر اس کے سامنے پیش کیا جاتا رہا۔ لیکن جب اس نے خود اپنی آنکھوں سے تہذیب جدید کی خالقوں اور وارثوں کی درندگی اور حیوانیت دیکھی تو اس کی آنکھوں سے پٹی اترنے لگی۔ اس نے اپنے طور پر اسلام اور قرآن کا مطالبہ شروع کر دیا جس کا نتیجہ ابدی صداقتوں کے سامنے سرافگندگی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اخباری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ جس تیزی کے ساتھ ۹/۱۱ کے حادثہ کے بعد یورپ میں نوجوانوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا ہے اس کی مثال یورپ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر نوجوان اپنی روحانی بے چینی، ذاتی جستجو اور مطالعہ کے نتیجے میں اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اس سعادت میں مسلمانوں کی دعوت کا بہت کم حصہ ہے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کتاب و سنت

کی تعلیمات جاننے کے لئے مستشرقین کے تیار کردہ لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں اور کون نہیں جانتا کہ مستشرقین اسلام مسلمانوں کے مخلص نہیں تھے، اگر وہ مخلص ہوتے تو خود کیوں نہ اسلام قبول کر لیتے؟ انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر، احادیث کی تشریح، فقہ کی تحقیق اور سیرت پر ریسرچ ایک خاص نقطۂ نظر سے کی ہے۔ ان کے تیار کردہ لٹریچر کے مطالعہ سے اسلامی تعلیمات اور ثقافت کے بارے میں، قرآن مجید کے اعجاز اور وحی الٰہی ہونے کے بارے میں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بلکہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ شرافت تک کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کے قلم کی سچائی پر ایمان رکھنے والا شخص حقیقی اسلام سے باغی ہو جاتا ہے اور اسلام کے جدید ایڈیشن کی ٹوہ میں لگ جاتا ہے، ایسا ایڈیشن جو اس کی خواہشات اور زمانے کے چلن کا ساتھ دے سکے۔ آپ ایک نظر اپنے ملک کے ان ماڈرن مفسرین اور اسکالرز پر ڈال لیجئے جو ان مستشرقین سے پڑھ کر اور یورپین یونیورسٹیز سے اسلامیات کی ڈگریاں اور سندیں لے کر آئے ہیں۔ وہ کتنی بیباکی سے اسلاف اور علماء پر کیچڑ اچھالتے ہیں، قرآنی نصوص کی من مانی تاویلات کرتے ہیں، احادیث کا انکار کرتے ہیں، بے پردگی کو سند جواز فراہم کرتے ہیں، سود کے جائز ہونے کے فتوے دیتے ہیں، مغربی تہذیب وثقافت کو عین اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ وہ اسلام کا مغربی اور یورپی ایڈیشن تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ مستشرقین کے ان شاگردوں کا زور توڑنے، ان کے شر سے نئی نسل اور خود اسلام کو بچانے اور پوری دنیا میں عموماً اور یورپ میں خصوصاً نبوت کا پیغام اور قرآنی حقائق پہنچانے کے لئے ایسے داعیوں کی ضرورت ہے جن کی نظر قدیم پر بھی ہو اور جدید پر بھی، جن کے اندر حوصلہ اور ولولہ ہو، جو بین الاقوامی زبانوں خاص طور پر انگلش میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے ہوں، جو نئی نسل کے مزاج آشنا ہوں، جنہیں بات کرنے کا ڈھنگ اور دعوت کا سلیقہ آتا ہو، جن کے دلوں میں ایمان کی حرارت ہو، جن کی تربیت اس انداز میں کی گئی ہو کہ ایمانی صفات ان کے اندر رچ بس گئی ہوں، علماء اور مشائخ کی صحبت میں رہ کر ان کا تزکیہ ہو گیا ہو اور ایسا الٰہی رنگ ان پر چڑھ گیا ہو جو مادّیت کی آندھیوں میں بھی پھیکا نہ پڑے۔ وہ جس ملک میں جائیں اس ملک کی زبان کا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہوں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ کسی بھی قوم کی طرف ایسا نبی نہیں بھیجا گیا جو اس قوم کے مزاج، حالات، کمزوریوں، نفسیات اور زبان کی باریکیوں سے واقف نہ تھا۔ اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مثال لے لیجئے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطب عرب تھے، جنہیں اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی کی نسل سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے فرد تھے جنہیں ان کی تاریخ، ان کی خصوصیات، ان کے طبعی میلانات اور ذہنی کمالات کا پورا پورا علم تھا۔ زبان دانی کا یہ حال تھا کہ جاہلی ادب اور شاعری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور نظر تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ زبان وبیان میں بڑے بڑے شعراء اور خطباء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیچ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجا طور پر فرمایا: "انـــا افصح العرب" (میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں) جب کہ آج صورت یہ ہے کہ یورپ کے بت کدوں میں اذان دینے کے لئے ایسے داعی نہ ہونے کے برابر ہیں جو ایک طرف وہاں کی زبان کا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہوں اور دوسری طرف ٹھوس علمی استعداد کے بھی حامل ہوں، جن کی زبان مغربی مگر دل مشرقی ہو، انہوں نے مغربی یونیورسٹیوں کی میز اور کرسیوں پر بیٹھ کر سوٹ بوٹ میں ملبوس، سگار کا دھواں اڑاتے ہوئے پروفیسرز اور مستشرقین سے دین کی تعلیم حاصل نہ کی ہو،

(بقیہ صفحہ......۲۴ پر)

سیرت

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

صحیح طریقہ کار

اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

تھوڑی دیر کے لئے اپنی ظاہری آنکھوں کو بند کر کے تصور کی باطنی نظر اب سے پونے چودہ سو برس پہلے کی دنیا پر ڈال لیجئے اور خاص کر ملک عرب کے شہر مکہ اور اس کے قرب وجوار کی آبادیوں کو اپنی نگاہ تصور کے سامنے لے آیئے! آپ کو نظر آئے گا کہ یہاں کی بسنے والی قوم میں جہالت بھی ہے، افلاس اور فلاکت بھی ہے، سخت خانہ جنگی اور اس کی وجہ سے تباہی وبربادی بھی ہے۔ تہذیبی اور تمدنی ترقیوں میں بھی وہ اپنی ہم عصر قوموں سے بہت پیچھے ہے، سیاسی طاقت سے بھی اس کا ہاتھ خالی ہے، بلکہ اس پورے علاقہ میں کوئی سیاسی نظام اور کوئی باقاعدہ یا بے قاعدہ حکومتی ادارہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے، ان سب کمزوریوں اور خرابیوں کے ساتھ مشرکانہ اوہام وخرافات میں بھی وہ بری طرح الجھی ہوئی ہے اور اپنی عملی زندگی میں خدا اور یوم جزا کو بالکل بھلائے ہوئے ہے، اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم واسماعیل کی عظمت وبلند مقامی کی اگرچہ وہ پوری طرح قائل ہے اور ان کی تعظیم بلکہ تقدیس اس کا دین وایمان ہے اور اپنے کو وہ ان کی طرف منسوب بھی کرتی ہے لیکن ان کی مقدس تعلیم سے وہ بالکل بیگانہ ہے، بلکہ اپنے چال چلن اور مذہبی رسوم میں ابراہیمی واسماعیلی تعلیم وہدایت سے یکسر منحرف ہے۔

اسی حالت میں خدا اپنے سب سے آخری برگزیدہ رسول کو اس قوم میں کھڑا کرتا ہے، قوم کی پوری زندگی کا ایک ایک گوشہ اور حیات قومی کا ایک ایک رخنہ اس رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم بینا کے سامنے ہے، وہ قوم کی جہالت اور ناتعلیم یافتگی کو بھی کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے، افلاس وفلاکت اور وسائل معاش کی کمی بھی اس کی نظر میں ہے، تباہ کن خانہ جنگی اور قتل وغارت کی گرم بازاری بھی اس سے مخفی نہیں ہے، تہذیب وتمدن میں پسماندگی اور سیاسی نظام نہ ہونے کی وجہ سے پوری قوم میں افراتفری اور فتنہ وفساد کی تباہ کاری بھی اس کی نگاہ میں ہے، لیکن وہ ان مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کو بھی اول درجہ نہیں دیتا، بلکہ اپنے بھیجنے والے احکم الحاکمین کے حکم سے تمام پیش رو نبیوں کی طرح وہ بھی سب سے پہلے، انسانیت کے صرف ایک بنیادی اصول اور انسانی زندگی کے متعلق صرف ایک اصولی اور اساسی اصلاح مطالبہ کو لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ اس کی اولین دعوت وپکار بس یہ ہوتی ہے۔

"اے انسانو! اللہ کو اپنا واحد رب اور لاشریک الٰہ مان لو اور صرف اسی کی عبادت وبندگی کرو۔ آخرت پر ایمان لاؤ اور اس دن کے مواخذہ اور عذاب سے ڈرو اور مجھے اللہ کا رسول یقین کرو اور جو احکام وہ میری طرف وحی کرتا ہے میری طرح تم بھی ان کی اطاعت وپیروی کرو۔"

بس یہی اس کی سب سے پہلی دعوت اور اولین تعلیم وتلقین ہوتی ہے، یعنی وہ ایمان اور عمل صالح کے اصولوں کو سب سے پہلے اپنی قوم کو منوانے اور ان کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے بعد بھی اس کی تمام پیغمبرانہ جدوجہد کا مرکزی نقطہ یہی ایمان اور عمل صالح کا مسئلہ رہتا ہے، چنانچہ وہ جب بھی انسانی زندگی کے کسی شعبہ کی اصلاح ودرستی کے لئے احکام وہدایات دیتا ہے، یا فلاح وترقی کے کسی پروگرام پر اپنے ماننے والوں کو چلاتا ہے تو ہر شعبۂ زندگی کے متعلق اس کی ہر جزئی ہدایت میں اور اصلاح وترقی کے لئے اس کے بتائے ہوئے ہر اقدام اور ہر حرکت میں ایمان اور اطاعت الٰہی کی

روح اس طرح جاری وساری ہوتی ہے جس طرح جاندار مخلوق کے تمام اعضاء میں جوہر حیات اور درختوں کی شاخوں اور پتیوں میں تری اور شادابی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس سالہ پیغمبرانہ جدوجہد اور آپ کے طرز کار کو اگر احادیث وسیر کی کتابوں میں بغور دیکھا جائے تو اول سے آخر تک یہی نظر آئے گا کہ آپ کے نزدیک انسانیت کا سب سے اہم، بنیادی اور مرکزی مسئلہ ایمان اور اطاعت الٰہی کا مسئلہ تھا اور دوسرے تمام مسائل ومعاملات، نبوت کی نگاہ میں بعد کے درجہ کے اور اسی کے ماتحت اور اسی کے اقتضایات کے مطابق حل کرنے کے تھے۔

نیز قرآن مجید میں جن انبیائے سابقین (علیہم السلام) کی دعوت کا تذکرہ اجمال یا تفصیل سے کیا گیا ہے، ان سب کا طریق کار بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ کیونکہ اختلاف زمان ومکان کے باوجود ان تمام مقدسین کے علم وہدایات کا سرچشمہ اور احکام کا ماخذ ایک ہی تھا، یعنی وحی ربانی اور تعلیم الٰہی۔

ہماری اس گزارش کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ انبیاء (علیہم السلام) کا طریقہ انسانوں کے معاشی اور سیاسی معاملات سے بے تعلق رہنا چاہتے ہیں...... یہ سراسر غلط اور باطل ہے...... بلکہ ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ان کی دعوت وتعلیم اور ان کی جدوجہد میں اولی اور بنیادی درجہ کی اہمیت اور مرکزی حیثیت ایمان اور عمل صالح کو حاصل ہوتی ہے، وہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ زور انسانیت کے اسی پہلو کی اصلاح پر دیتے ہیں اور اس کے علاوہ انسانیت کے جو اور مسائل اور انسانوں کی جو دوسری ضرورتیں ہیں وہ ان سب کو اس کے ذیل میں لاکر اور اسی مرکز سے وابستہ کرتے ہوئے ان کو انجام دینے کی تعلیم دیتے ہیں اور یہی ان کے طریقہ کا امتیاز ہے۔

پس انبیاء (علیہم السلام) کی پیروی کرنے والوں اور ان کے طریقہ کار کو حق جاننے والوں کا لائحہ عمل بھی یہی ہونا چاہئے کہ ایمان اور عمل صالح ہی کو وہ انسانیت کا سب سے اہم مسئلہ سمجھیں اور سب سے زیادہ توجہ اسی پر دیں اور اس کے سوا باقی تمام مسائل ومعاملات کو وہ اس کے بعد کے درجہ پر رکھیں اور اسی مرکزی اور بنیادی مسئلہ سے ان کو وابستہ کرتے ہوئے اور اسی کے اقتضایات کے مطابق ان کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

مگر آج یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ یورپین اقوام کے خالص مادی نظریۂ حیات کا ہمارے بہت سے دینی حلقوں پر بھی اس قدر اثر پڑ چکا ہے کہ اس طریقہ پر کام کرنا تو درکنار، وہ اس اصول پر کئے جانے والے کاموں کو معمولی اور ادنیٰ درجہ کے کام سمجھتے ہیں اور کسی ایسی جدوجہد میں ان کے لئے کوئی کشش نہیں رہی ہے جس کا رخ براہ راست مادی مسائل ہی کی طرف نہ ہو اور ایمان وعمل صالح کی دعوت اور عوام کی دینی اصلاح وتربیت کو جس میں اول اور اساسی حیثیت دی گئی ہو اور دوسرے مسائل ومعاملات کو اس کے زیر سایہ رکھنا اس کا اصول ہو۔

اس بارے میں ایک بڑی سنگین غلط فہمی بہت سے حضرات کو یہ بھی ہے کہ جب تک قوم کے مادی مسائل مناسب طریقے سے حل نہ ہو جائیں اور قوت وطاقت ہاتھ میں نہ آجائے اس وقت تک کوئی اصلاحی جدوجہد اور ایمان وعمل صالح کی کوئی دعوت نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی...... اگرچہ ایمانی نقطہ نظر سے اس خیال کی تردید کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ نبوت ورسالت اور سلسلۂ تجدید اصلاح کی پوری تاریخ اس کے خلاف شہادت دے رہی ہے، لیکن خالص عقلی اور نظری طور پر بھی غور کیا جائے اور ماضی قریب ہی کے تجربات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے اور صاف نظر آسکتا ہے کہ ایمان اور عمل صالح کی دعوت اور اقامت دین کو اپنی جدوجہد کا مرکزی نقطہ بنائے بغیر اور وسیع پیمانے پر قوم کی اصلاح وتربیت کی پوری کوشش کئے بغیر جس قدر بھی مادی ترقی کی جائے گی اور جتنی بھی سیاسی طاقت حاصل ہوگی وہ قوم کے اندر بے دینی، خدا فراموشی اور دنیا پرستی کے فروغ کا باعث بنے گی۔

اتاترک، رضا شاہ اور امان اللہ خاں کی کوششوں کا نتیجہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، بیشک ان کے زیر قیادت ترکی، ایران اور افغانستان کو مادی اور سیاسی ترقی ضرور حاصل ہوئی، لیکن اس مادی اور سیاسی ترقی سے بدرجہا زیادہ دین کو زوال ہوا، بلکہ بعض شعبوں میں تو دینی احکام کو علی الاعلان اور باضابطہ طور پر ترک کر دیا گیا اور جن علماء اور اہل دین نے ان ترقیات سے اختلاف کیا اور رکاوٹ پیدا کرنی چاہی، ان کو بے دریغ گولیوں کا نشانہ بنایا گیا (حالانکہ ان میں سے اکثر وہ تھے جنہوں نے سیاسی آزادی اور ترقی کی جدوجہد میں بھی پورا پورا ساتھ دیا تھا) یہ سب اسی کا نتیجہ تھا کہ ان مسلمان قوموں کی ترقی کی جدوجہد خالص مادی اور سیاسی ترقی کے لئے تھی، جس میں ایمان وعمل صالح کی دعوت اور دینی اصلاح وتربیت کا کوئی ذکر اور کوئی حصہ نہ تھا۔ اس کا فطری اور طبعی انجام وہی ہونا چاہئے تھا جو ہوا۔

اس کے بالمقابل گزشتہ صدی (تیرہویں ہجری) میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک تجدید وجہاد کے انجام اور اس کے نتائج پر غور کیجئے، چونکہ دینی دعوت اور اقامت دین، اس تحریک کا نصب العین اور مرکزی نقطہ تھا اور مسلمانوں کی دینی اصلاح وتربیت کا کام اس میں مقدم رکھا گیا تھا، بلکہ ابتداءً کئی برس تک ساری کوشش اسی مرحلہ پر صرف کی گئی تھی۔ اس لئے شروع شروع میں جب اس تحریک کو کامیابی ہوئی اور بعض سرحدی علاقوں میں نظام حکومت قائم کرنے کا موقع ملا تو تمام شعبوں کی تنظیم بالکل "خلافت علیٰ منہاج النبوت" کے اصول پر کی گئی...... پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد (سرحدی علاقہ کے ناتربیت یافتہ دنیا پرست "مسلمانوں" کی غداری اور بعض دوسرے اسباب سے) اگرچہ یہ تحریک بالاکوٹ کے محاذ پر شکست کھا کر اپنی اصلی حیثیت سے ختم ہوگئی لیکن پھر بھی ان بندگانِ خدا کی صحیح طریقہ پر اسی چندروزہ جدوجہد نے دینی تجدید واصلاح کا اتنا بڑا کام کر دیا کہ سیکڑوں مدرسوں، ہزاروں عالموں اور لاکھوں کتابوں سے نہ ہو سکتا...... جاننے والے جانتے ہیں کہ پچھلے دور میں صحیح الخیال ہندی مسلمانوں کے مختلف حلقوں میں اقامت دین اور احیائے شریعت کے لئے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ کوششیں ہوتی رہیں اور جن سرگرمیوں کا ظہور ہوتا رہا نیز آج بھی اس سلسلہ میں جو کچھ سعی وحرکت کسی شکل میں کہیں دکھائی دیتی ہے، وہ بڑی حد تک ان شہدائے بالاکوٹ ہی کی میراث ہے۔

بہرحال جنگ کے میدان میں شکست کے باوجود اس تحریک کی یہ دینی برکات صرف اسی طرز عمل کا نتیجہ ہیں کہ اس کی ساری جدوجہد اور اس کا تمام تر کاروبار انبیاء علیہم السلام کے طریقہ پر تھا یعنی دینی دعوت اور احیائے شریعت اس کا نصب العین تھا اور عام مسلمانوں کی دینی اصلاح وتربیت اس کے عملی پروگرام کی پہلی دفعہ تھی۔

آخر میں ایک بار پھر اپنے مدعا کی وضاحت کے لئے یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دین کی اہمیت اور نبوت کے مقام کو سمجھنے والے مسلمان اللہ کی دی ہوئی عقل وبصیرت اور صحیح معلومات سے کام لیتے ہوئے مقدس اسلام کی اقتضا اور اسوۂ نبوی کی روشنی میں اپنے طرز عمل پر غور کریں۔ اور ایمان وعمل صالح کی دعوت، مسلمانوں کی اصلاح وتربیت اور احیائے شریعت کے لئے جدوجہد کے بارے میں جو سخت غفلت اب تک ان سے ہوئی ہے اور ہو رہی ہے اس کی سنگینی اور عنداللہ اس کی مبغوضیت کو محسوس کرتے ہوئے اس نقطۂ نظر سے اپنے اجتماعی کاموں کے رخ میں جو اصلاح وترمیم ضروری معلوم ہو اس میں دریغ اور تاخیر نہ کریں...... اللہ نے عمل کے لئے صرف ایک ہی زندگی عطا فرمائی ہے، اگر بے فکری اور بے غوری سے یہ بھی غلط یا بے سود کاموں ہی میں ختم ہوگئی تو آخرت میں بڑی حسرت ہوگی۔ (قل هل انبئكم بالاخسرين اعمالا الذين ضل سعيهم فى الحيلة الدنيا ويحسبون انهم يحسنون صنعاً۔

●●

پروفیسر خالد متین

اولیاءاللہ کے ایمان افروز واقعات

کسی کو نہ بتانے والی بات!

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ بغداد کے مضافات کے ایک قصبہ اوش میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں تاہم سن ولادت میں بھی اختلاف ہے۔ "بائیس خواجہ" میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۵۶۹ ہجری درج ہے۔ "تذکرہ اولیائے برصغیر" میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۵۸۲ ہجری لکھا ہے جب کہ "اخبار الاخیار" کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ۵۰۵ ہجری سے ۶۳۳ ہجری تک ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب چند واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ جہاں تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کا نام کا تعلق ہے "سیر الاقطاب" میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ بن سید کمال الدین احمد بن سید موسیٰ لکھا گیا ہے، جب کہ "بزم صوفیاء" میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بن سید موسیٰ بن سید احمد بن سید کمال الدین درج ہے۔

بعض کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام قطب الدین ہے جب کہ بعض سیرت نگاروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بختیار لکھا ہے لیکن "مراۃ الاسرار" کے مطابق حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو محبت وشفقت سے قطب الدین بختیار کہا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور لقب "کاکی" ہے۔ اس حوالے سے مختلف روایات ہیں۔ "سیر الاولیاء" کے مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ انتہائی غریب اور مفلس تھے۔ تنگ دستی ایسی کہ اکثر فاقہ کرنا پڑتا تھا۔ لباس کو جگہ جگہ سے پیوند لگے ہوتے تھے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ صابر وشاکر اس قدر تھے کہ کبھی لب پر شکوہ یا شکایت نہیں لائے۔ اگر رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی عقیدت مند آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نذرانے کے طور پر کچھ دینے کی کوشش کرتا تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ صاف انکار کردیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا زیادہ تر وقت ذکر الٰہی اور فکر آخرت میں گزارتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ چند روزہ زندگی دراصل امتحانی مرحلہ ہے۔ اگر اس امتحان میں کامیاب ہوگئے تو پھر حقیقی زندگی یعنی آخرت سنور جائے گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ بھی انتہائی صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ عبادت وریاضت ان کا بھی معمول تھا۔ جب وہ یہ دیکھتیں کہ اب مزید فاقے برداشت کرنا موت کو دعوت دینا ہے تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مشورہ دیتیں کہ اس پرچون فروش سے آٹا وغیرہ قرض لے لو جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ از حد ضروری کی حالت میں پڑوسی پرچون فروش سے قرض پر آٹا وغیرہ لے لیا کرتے تھے اور جب بھی رب رزاق آپؒ کو رقم عطا فرماتا تھا آپؒ پہلی فرصت میں اس پرچون فروش کا قرض اتار دیا کرتے تھے۔ اسی طرح کبھی کبھار آپؒ کی زوجہ محترمہ بھی بوقت ضرورت اس پرچون فروش کی بیوی سے قرض لے لیا کرتی تھیں اور پھر رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسے واپس کردیا کرتی تھیں۔

ایک روز پرچون فروش کی بیوی حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کے گھر تشریف لائیں۔ اس وقت آپؒ گھر پر موجود نہیں تھے اس نے آپؒ کی اہلیہ محترمہ سے ملاقات کی۔ اس وقت آپؒ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہ تھی اس لئے آپؒ کی زوجہ محترمہ پرچون فروش کی بیوی کی کوئی خاطر تواضع نہ کی۔

باتوں ہی باتوں میں پرچون فروش کی بیوی نے آپؒ کی اہلیہ محترمہ کو طعنہ دیا کہ "اگر ہم لوگ تمہارے پڑوسی نہ ہوتے اور تمہیں قرض نہ دیتے تو تم لوگ بھوکے مرجاتے۔" آپؒ کی زوجہ محترمہ کو پرچون فروش کی بیوی کی یہ بات سخت ناگوار گزری۔ اس وقت تو آپ خاموش ہوگئیں مگر جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ گھر تشریف لائے تو آپؒ کی زوجہ محترمہ نے آپؒ سے پرچون فروش کی بیوی کے طعنے کا ذکر کیا۔ آپؒ نے اسی لمحے دو رکعت نفل ادا کئے اور رب قادر وقدیر کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کی: یا اللہ! اپنے خزانۂ غیب سے عطا فرما، اب ہم سے نہ قرض لیا جاتا ہے اور نہ ہی مسلسل فاقوں سے موت کو دعوت دی جاسکتی ہے، تو ہمارے حال سے پوری طرح باخبر ہے، ہم پر اپنا خاص کرم فرما، ہم پر اپنا فضل اتار۔"

دعا مانگنے کے بعد کسی غیبی اشارہ کی بناء پر حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے کہا: "دیکھو آج سے نہ میں کسی سے قرض لوں گا اور نہ ہی تم لوگی۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ نے آپؒ سے پوچھا: "آپؒ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک وقت تک ہم سے فاقہ برداشت ہوتا ہے اس کے بعد ہماری حالت غیر ہونے لگتی ہے اور یوں ہمیں قرض لینا پڑتا ہے۔ اگر قرض نہیں لیں گے تو پھر اس کی صورت کیا ہوگی؟"

حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ نے فرمایا: "تمہیں جب بھی ضرورت ہو ہمارے حجرہ کے طاق میں ہاتھ ڈال کر پکی ہوئی تازہ روٹی لے لیا کرو۔ اسے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کرو اور جسے چاہو اس کو بھی اس میں سے دے دیا کرو۔ رب تعالیٰ بڑا رحمٰن ورحیم ہے۔ وہی سب کو پالنے والا اور رزق عطا کرنے والا ہے۔ وہ پتھر میں موجود کیڑے کو رزق فراہم کرتا ہے تو ہمیں بھی ضرور رزق دے گا۔"

حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کی اہلیہ محترمہ نے آپؒ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ وہ روزانہ آپؒ کے حجرہ میں جاتیں اور انہیں طاق میں سے ایک روٹی مل جاتی جو آپؒ کے گھر بھر کے لئے کافی ہوتی۔ اس روٹی کو چونکہ "کاک" کہا جاتا ہے اس لئے آپؒ کی اس کرامت کی وجہ سے آپؒ کا لقب "کاکی" مشہور ہوگیا اور وہ مشہور اس طرح ہوا کہ لوگوں کو اس کا علم ہوگیا۔

ہوا یوں کہ ایک دن آپؒ کے پڑوسی پرچون فروش کے دل میں خیال آیا کہ شاید کوئی ایسی ویسی بات ہوگئی ہے کہ جس کی وجہ سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ نے قرض لینا بند کردیا ہے چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو آپؒ کے گھر بھیجا تاکہ آپؒ کی اہلیہ محترمہ سے صحیح صورت حال معلوم ہو۔

پڑوسی پرچون فروش کی بیوی اپنے میاں کی ہدایت پر حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کے گھر پہنچی اور سلام وخیریت کے کلمات کے بعد آپؒ کی اہلیہ محترمہ سے پوچھنے لگی: "پہلے تو آپ لوگ کبھی کبھار بوقت ضرورت ہم سے قرض لے لیا کرتے تھے مگر کافی روز ہوگئے آپ کی طرف سے قرض کا کوئی تقاضا نہیں ہوا، آخر کھانا کہاں سے آتا ہے؟"

حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کی زوجہ محترمہ نے کہا: "رب رزاق سب کو رزق دینے والا ہے۔ اس نے ہمارے رزق کا مستقل بندوبست کردیا ہے اس لئے اب ہمیں قرض لینے کی ضرورت نہیں رہی۔"

پرچون فروش کی بیوی نے کہا: "یہ تو ٹھیک ہے کہ سب مخلوق کو رب تعالیٰ کی ذات ہی رزق دینے والی ہے مگر معلوم تو ہو کہ رب تعالیٰ آپ لوگوں تک کیسے رزق پہنچاتا ہے۔" آپؒ کی زوجہ محترمہ نے کہا: "یہ ایک راز ہے اور اسے راز ہی رہنے دو۔ نہ ہی پوچھو تو بہتر ہے۔" مگر پرچون فروش کی بیوی برابر اصرار کرتی رہی کہ اسے بتایا جائے کہ رب تعالیٰ انہیں رزق کس طریقے سے عنایت کررہا ہے۔ آخرکار حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کی اہلیہ محترمہ نے پرچون فروش کی بیوی کو بتایا کہ:

میں روزانہ اپنے میاں کے حجرہ میں جاتی ہوں اور طاق میں ہاتھ ڈال کر پکی ہوئی تازہ روٹی وہاں سے لے آتی ہوں جو کہ رب تعالیٰ پردۂ غیب سے ہمیں عنایت فرماتا ہے۔ وہ ایک روٹی اس قدر بابرکت ہوتی ہے کہ ہمارے تمام گھر والوں کے لئے کافی ہوتی ہے بلکہ کچھ نہ کچھ بچ جاتی ہے جو ہم کسی

"ضرورت مند کو دے دیتے ہیں۔"

پرچون فروش کی بیوی نے جیسے ہی یہ بات سنی وہ دوڑی ہوئی اپنے میاں کے پاس گئی اور اسے تمام واقعہ بتایا۔ یوں یہ بات پھیلتے پھیلتے پورے علاقے میں پھیل گئی مگر خدا کا کرنا ہوا کہ اس دن سے حضرت خواجہ بختیارؒ کی زوجہ محترمہ کو وہاں سے روٹی ملنا بند ہوگئی۔ آپؒ کی اہلیہ محترمہ نے آپ کو بتایا کہ "روٹی ملنا بند ہوگئی ہے خدا معلوم کیا وجہ ہے؟" آپؒ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا: "کیا تم نے یہ بات کسی کو بتائی تو نہیں تھی؟" آپؒ کی زوجہ محترمہ نے کہا: "جی ہاں! میں نے یہ بات پرچون فروش کی بیوی کے بے حد اصرار پر اسے بتائی تھی۔" چنانچہ اس روز سے لوگوں نے آپ کو "کاکی" کے لقب سے پکارنا شروع کردیا۔

لقب "کاکی" کے حوالے سے "سیر الاقطاب" میں اس سے مختلف روایات بیان کی گئی ہیں جن کے مطابق ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ حوض شمسی پر بیٹھے تھے اور وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ آپؒ کے بعض مرید اپنے مسائل بھی بیان کر رہے تھے جن کا ممکن حل آپ ان کو بتا رہے تھے۔ سرد ہوا چل رہی تھی اور وقت بھی کافی ہو چکا تھا۔ اتنے میں آپؒ کے ایک عقیدت مند نے آپؒ سے کہا: "یا حضرت! کیا ہی اچھا ہو کہ اس ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی موجودگی میں گرم گرم روٹی بھی مل جاتی جس کی طلب اب شدت سے ہو رہی ہے۔ حضرت قطب الدین بختیارؒ نے اسی لمحے اپنا ہاتھ حوض میں ڈال کر نان گرم نکالے اور وہاں پر موجود ارادت مندوں کے سامنے رکھ دیئے۔ سب نے جی بھر کر نوش کئے اور یوں اس روز سے لوگ آپؒ کو نان یعنی کاک کی نسبت سے "کاکی" کہنے لگے۔

ایک اور روایت کے مطابق ایک دفعہ سلطان شمس الدین التمش آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس ملاقات میں مختلف امور پر باتیں ہوئیں۔ خدا معلوم کہ سلطان شمس الدین التمش کے جی میں کیا آئی کہ اس نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ سے طعام غیب کی درخواست کی۔ آپؒ نے فوراً اپنی آستینوں کو جھٹکا دیا تو انتہائی لذیذ اور گرم نان (کاک) اچھل کر باہر آگئے۔ سلطان شمس الدین التمش نے آپؒ کا ازحد شکریہ ادا کیا اور انتہائی رغبت کے ساتھ وہ نان نوش کئے۔ یوں آپ کا لقب "کاکی" مشہور ہوگیا۔

اگرچہ ہر ولی اللہ کرامات کا مالک ہوتا ہے جو اسے رب تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے عنایت کی جاتی ہیں مگر وہ اپنی کرامات کو پوری کوشش کے ساتھ چھپاتا ہے اور لوگوں پر حتی الوسع ظاہر نہیں کرتا، تاہم اگر اس میں کسی کی فلاح و اصلاح ہو یا وقت کا شدید تقاضا ہو تو اسے ظاہر کرنا پڑتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر دفعہ مختلف کرامت ظاہر کی جائے، ایک ہی کرامت کئی بار بھی ظاہر کی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے نان اور روٹی طعام غیب کے طور پر وقتی ضرورت کے تحت ظاہر کی، جسے رب تعالیٰ جل شانہ نے اپنے خاص فضل وکرم سے آپؒ کو کرامت کی شکل میں عنایت کیا تھا اور آپؒ نے اپنی یہ خداداد کرامت مختلف اوقات میں ظاہر کر کے لوگوں سے "کاکی" کا لقب پایا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی عمر ابھی ڈیڑھ سال ہی تھی کہ آپؒ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ نے آپؒ کی پرورش کی تمام تر ذمہ داری خود ہی سنبھالی۔ آپؒ کی ماں انتہائی نیک اور خدا خوفی رکھنے والی خاتون تھیں۔ زبان پر لمحہ لمحہ درود پاک کا ورد جاری رکھتی تھیں۔ ہمہ وقت باوضو رہتی تھیں اور صوم وصلوٰۃ کے ساتھ ساتھ تہجد کی نوافل بھی باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں۔ آپؒ کو انہوں نے والد محترم کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ آپؒ کی ہر ضرورت کا مکمل خیال رکھا اور انتہائی محبت وشفقت سے آپؒ کی پرورش کی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی والدہ ماجدہ نے ابتداء ہی سے آپؒ کے کان میں قرآن پاک کی تلاوت بلند آواز سے کرنا شروع کر دی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کے ساتھ ہر نماز میں قریب کھڑے ہو جاتے تھے اور اسی طرح قیام وسجود کرتے تھے جس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ کرتی تھیں۔

●●

وقت کی پابندی کیجئے!

ابو فیصل ندوی

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ گھڑی کی سوئیاں کبھی نہیں رکتیں جو وقت سے فائدہ اٹھالیتا ہے وقت اس کے کام آجاتا ہے اور جو وقت کی قدر نہیں کرتا وقت اسے کوسوں دور چھوڑ کر آگے نکل جاتا ہے۔ وقت ایک عظیم دولت ہے۔ وہی شخص دنیا میں عزت وثروت حاصل کرسکتا ہے جو وقت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کی قدر کرتا ہے۔ اسے ضائع نہیں کرتا۔ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر کرنا چاہئے۔ آج کا کام کل پر نہیں ڈالنا چاہئے اسی کو پابندی وقت کہتے ہیں۔ جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے وہ درحقیقت ایک قیمتی خزانہ ضائع کر دیتے ہیں گزرا وقت کبھی کسی قیمت پر واپس نہیں آسکتا پابندی وقت کے ساتھ اگر ہم محنت کریں تو ہم اپنی اقتصادی حالت درست کرسکتے ہیں۔ کسی کے محتاج نہیں ہوں گے۔ نظام کائنات ہمیں پابندی وقت کا درس دیتا ہے۔ ہر موسم اپنے مقررہ وقت پر بدلتا ہے۔ دن رات مقررہ وقت کے مطابق ہیں۔ چاند سورج ایک مقررہ نظام کے تحت طلوع اور غروب ہوتے ہیں۔ یہ اپنے پروگرام میں کبھی بے قاعدگی نہیں آنے دیتے اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور اس کے ماتحت بہت چیزیں ہیں وہ اگر پابندی وقت پر کاربند نہ ہو تو اس کی ناسمجھی یا نااہلی ہے۔ طالب علم اگر وقت پر اسکول نہ جائے تو تعلیم حاصل نہیں کرسکتا۔ کسان اگر فصل وقت پر نہ بوئے، وقت پر پانی نہ دے اور وقت پر نہ کاٹے تو کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

اسی طرح سے کارخانہ دار وقت پر کام نہ کروائے مزدور اگر وقت پر کام نہ کرے تو اسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وقت کی پابندی کی جائے۔ اسے ایک لمحہ کے لئے بھی ضائع نہ کرنا چاہئے۔ کہتے ہیں ایک منٹ کا بھولا ہوا لاکھوں کوس دور رہ جاتا ہے اور یہ صحیح ہے جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے دولت ان سے روٹھ جاتی ہے۔ عزت ان سے منہ موڑ لیتی ہے اور ساری عمر ناکام زندگی گزارتے ہیں۔ ایک سیکنڈ بھی ضائع کرنا خیانت مجرمانہ ہے۔ وقت کو رائیگاں نہیں کرنا چاہئے۔ جو کام وقت پر ہو وہی بہتر ہے۔ اگر اسے دوسرے وقت کے لئے چھوڑ دیا جائے تو اکثر نامکمل رہتا ہے اور اگر ہوگا بھی تو دشواری زیادہ ہوگی، وقت کی قدر کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر کام وقت پر کرلینا چاہئے۔

بعض اوقات کسی کام کو بروقت نہ انجام دینے سے بڑے بڑے نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ تاریخی شواہد بھی یہ ثابت کرتے ہیں کہ وقت کی پابندی نہ کرنے سے ایسے نقصان ہوجاتے ہیں جن کی تلافی زندگی بھر نہیں ہوسکتی ایک بے گناہ شخص صرف اس لئے پھانسی دے دیا گیا کہ قاصد جو اس کی رہائی کا حکم نامہ لے جارہا تھا صرف پانچ منٹ دیر سے پہنچا۔ اسی طرح نپولین کا ایک جرنیل میدان جنگ میں دیر سے پہنچا اور شکست کھا گیا۔ جو لوگ پابندی وقت کا خیال نہیں رکھتے بہت خسارے میں رہتے ہیں پابند وقت سے انسان خوش گوار زندگی گزارتا ہے۔ اس کی بہت سی تکلیفیں خود بخود دور ہوجاتی ہیں۔ وقت کی پابندی ہر شعبے میں بہت ضروری ہے۔ دنیا کا کوئی شخص خواہ وہ کسی پیشے سے تعلق رکھتا ہو جب تک وقت کا پابند نہیں ہوگا کامیابی سے

ہمکنار نہیں ہوسکے گا ہمارے خیال میں ایک طالب علم کے لئے وقت کی پابندی جتنی ضروری ہے شاید کسی اور کے لئے اتنی ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ زمانہ انسان کی زندگی کی تعمیر کا بہترین زمانہ ہے۔ زمانہ طالب علمی میں پابندی قت اگر ملحوظ رکھا جائے تو دولت علم سے مالا مال ہوجاتا ہے اور اس کی یہ عادت بعد میں عملی زندگی کے لئے بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ جہاں بھی وہ جاتا ہے کامیاب وکامران ہوتا ہے جو لوگ وقت کے پابند ہوتے ہیں ان میں سستی اور کاہلی نام کو نہیں ہوتی وہ ہر کام وقت پر کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اس سے ان کا کام بھی وقت پر سرانجام پاجاتا ہے اور ان کی صحت بھی ٹھیک رہتی ہے اور زندگی کامیاب اور خوشگوار گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں وقت کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ نماز ہمیں پابندی وقت کا درس دیتی ہے۔ روزہ بھی وقت کا پابند بناتا ہے۔ وقت پر سحری کھانا پڑتی ہے وقت پر افطار کرنا پڑتا ہے۔ اگر سحری دیر سے کھائی جائے اور افطاری وقت سے پہلے یا بعد میں کی جائے تو روزے کا ثواب جاتا رہتا ہے اور سارے دن کی محنت رائیگاں ہوجاتی ہے اور انسان قلاش ہوجاتا ہے۔ وقت کی قدر نہایت ضروری ہے۔ وقت کی لاپرواہی کرنے سے نہ عزت رہتی ہے نہ دولت نہ صحت، وقت سے ہر چیز پیدا ہوسکتی ہے۔ ●●

بلکہ قدیم طرز کے مدارس میں چٹائیوں پر بیٹھ کر ان اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہو جن کی شکل وصورت، چلت پھرت اور لباس کی تراش خراش سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ دار ہو۔ اس لئے کہ طالب علم کی نظریاتی تبدیلی اور اخلاقی تربیت پر صرف کتابیں ہی اثر انداز نہیں ہوتیں بلکہ درس گاہ کی فضاء، مدرسہ کا ماحول اور اساتذہ کا کردار اور ان کے اخلاق کتابوں سے بھی زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو عروج اور کمال حاصل ہوا وہ کتاب خوانی اور علوم میں مہارت کی وجہ سے نہیں بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کیمیا اثر کے نتیجے میں حاصل ہوا۔ یہی طریقہ اس وقت سے آج تک امت میں چلا آرہا ہے۔ کچھ طالبان علم واصلاح اپنے اوقات فارغ کرکے اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھتے ہیں، ان کے شب وروز دیکھتے ہیں، ان کی سیرت اور اخلاق پر نظر رکھتے ہیں، پھر اپنے آپ کو انہی کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یوں ایک چراغ سے کئی چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔

کیا ہی اچھا ہو اگر کالجوں اور یونیورسٹیز کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دین کا درد رکھنے والے طلبہ اپنی زندگی کے چند سال کسی مدرسہ میں گزار کر دینی علوم میں مہارت حاصل کرلیں تو ایسے داعیان میسر آسکتے ہیں جو مغربی ممالک میں وہیں کی زبان اور اسلوب میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے داعیان حق پیدا کرنے کی صورت پیدا فرمادے۔ آمین

❖❖

تکبر سے ٹخنہ سے نیچے پائجامہ اور اس کی وعید

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر نہ فرمائے گا جو بڑائی کے خیال سے پائجامہ کو لٹکا کر اتراتا چلتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے نہ بات کرے گا، نہ ان کو پاک کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۱) بوڑھا بدکار۔ (۲) جھوٹا بادشاہ۔ (۳) گدائے متکبر۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ عزت میری تہہ بند ہے اور بڑائی میری چادر ہے۔ جس نے ان دونوں میں سے کسی کو کھینچا اس پر میں عذاب کروں گا۔ (مسلم)

مولانا ابن الحسن عباسی

شکرگذاری کی عادت ڈالئے

انسانی زندگی کے مراحل بہت بھی ہیں اور مختلف ومتضاد بھی ہیں۔ غم وخوشی، صحت و بیماری، اداسی وتازگی، تنگی وفراخی، بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا۔ زندگی ان مختلف مراحل سے گزرتی ہے اور وقت مقررہ پر اپنا سفر ختم کرجاتی ہے۔ بلاشبہ زندگی کی تلخیاں، زندگی کی مسرتوں اور نعمتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

"وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها۔"

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کروگے تو انہیں نہیں گن سکوگے۔ علامہ شامی رحمۃ الہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ "عد" کے معنیٰ افراد اور جزئیات گننے کے آتے ہیں اور "احصاء" کا لفظ جنس اور نوع کی گنتی کے لئے عموماً استعمال ہوتا ہے۔ آیت کریمہ میں پہلے "تعدوا" اور پھر "لاتحصوا" کا کلمہ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ایک ایک جزئیہ گننا شروع کروگے تو ان جزئیات کا گننا تو دور کی بات ہے تم ان نعمتوں کی اجناس وانواع بھی شمار نہیں کرسکتے ہو۔

انسان کا عدم سے وجود میں آنا خود ایک نعمت ہے، پھر انسانی تخلیق میں جسم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک جوڑ میں قدرت نے جو عجیب وغریب نظام ودیعت رکھا ہے، اس میں غور کرتے ہوئے بے اختیار زبان پر فتبارک اللہ احسن الخالقین کے قرآنی الفاظ جاری ہوجاتے ہیں۔ انسانی جسم قدرت کے انعامات کا ایک حسین مظہر ہے، پھر اس جسم کی بقاء کے لئے اللہ جل شانہ نے زندگی کے گردوپیش نعمتوں کے جو چمن کھلا رکھے ہیں، ان کا تو کوئی حساب نہیں۔

یہ برق، یہ باران، یہ گھٹا۔ یہ پھول، یہ کلیاں، یہ صبا۔ یہ آگ، یہ پانی، یہ ہوا۔ یہ چاندل یہ سورج، یہ ستارے۔ یہ پہاڑ، یہ دریا، یہ نظارے۔ یہ سب زندگی کے اردگرد قدرت کی عظیم نعمتیں ہیں اور قرآن کریم نے جگہ جگہ ان نعمتوں کو ذکر کرکے غافل انسان کی توجہ اپنے رب کے شکر کی طرف مبذول کرائی ہے لیکن انسان عموماً بہت ناشکرا ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے انسان کے ناشکرا ہونے کا کئی مقامات پر تذکرہ فرمایا اور ایک جگہ فرمایا کہ میرے بندوں میں شکر کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔

یہ تو وہ نعمتیں ہیں جو عام اور ہر ایک کو حاصل ہیں۔ ان کے علاوہ ہر انسان کو اللہ جل شانہ نے اپنی کچھ خاص نعمتوں سے بھی نوازا ہوتا ہے۔ پھر کئی نعمتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی طرف آدمی کا عام طور سے ذہن بھی نہیں جاتا۔ آپ گھر میں بیٹھے ہیں اور آپ کا بچہ ہنستا مسکراتا ہوا آپ کے پاس دوڑ کر آتا ہے، والدین کو اس سے جس قدر سکون اور خوشی ملتی ہے عموماً اس کے شکر کی طرف ذہن نہیں جاتا۔ گرم دوپہر میں بجلی غائب ہو اور ہوا کا ٹھنڈا جھونکا جسم کو راحت دے جائے، انسان بجلی غائب ہونے کی شکایت کرتا ہے لیکن اس ٹھنڈے جھونکے کی راحت کو یکسر بھول جاتا ہے۔ دن میں کتنی مرتبہ پیاس کی شدت ٹھنڈے پانی کے پاس لے جاتی ہے، حضرت انسان گرمی اور پیاس کی شدت کو تو یاد کرتا رہتا ہے لیکن اس گرمی میں ٹھنڈے پانی نے جو لطف دیا ہوتا ہے اس کا ذکر بہت کم آتا ہے۔ دن بھر مزدوری اور گھر کے کام کاج کی مصروفیت بسا اوقات تھکاوٹ سے نڈھال کردیتی ہے۔ انسان کو اس تھکاوٹ ومشقت کی تلخی تو یاد رہتی ہے لیکن اس تھکاوٹ کے بعد رات کو بستر پر لیٹ کر پرسکون نیند وآرام کی لذت کو یاد نہیں کرتا۔ اگر ہم اپنی زندگی کی چاروں طرف برستی ہوئی اس طرح کی بے شمار نعمتوں میں

غور کرنے کی عادت ڈال لیں تو محسوس ہوگا کہ یہاں وجودِ غم بھی درحقیقت احساس مسرت کے لئے ہے۔

ایک واقعہ یاد آیا، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک صاحبزادی کو اپنے کئی دانت تکلیف اور درد کی وجہ سے نکلوانے پڑے۔ ایک مرتبہ وہ دانت نکلوا کر اپنے والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے اس کا حال پوچھا تو اپنا حال بتاتے ہوئے ان کے منہ سے یہ بات نکل گئی کہ ''ابا جی! یہ دانتوں کا معاملہ بھی عجیب ہوتا ہے، یہ بچپن میں نکلتے ہیں تو اس وقت بھی تکلیف دیتے ہیں اور جب ٹوٹنے پر آتے ہیں تو اس وقت بھی تکلیف دیتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''بیٹی! تمہیں ان دانتوں کی بس یہ دو باتیں یاد رہیں کہ انہوں نے آتے وقت بھی تکلیف دی تھی اور جاتے وقت بھی تکلیف دے رہے ہیں اور ان واقعات کے درمیان سالہا سال تم نے اس خدائی مشین کو استعمال کرکے جو لذت و راحت حاصل کی، اس کی طرف کوئی دھیان نہیں۔''

ویسے تو ناشکری کی وبا مردوں اور عورتوں دونوں میں عام ہے لیکن مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں ناشکری زیادہ پائی جاتی ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے عذاب میں عورتوں کی کثرت کا ایک سبب ان کی ناشکری کی عادت کو بتایا ہے اور فرمایا کہ کسی عورت کے ساتھ زندگی بھر اچھائی کرتے رہو، پھر کسی دن تمہاری طرف سے کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے تو بے دھڑک کہہ دے گی۔ ''آپ کی جانب سے تو میں نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔''

(مشکوٰۃ شریف، جلد اول، صفحہ ۱۳۰)

ایک دوسری روایت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے، آپ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا ''احسان کرنے والے کی ناشکری سے بچئے۔'' ہم نے پوچھا ''کیسی ناشکری؟'' تو آپ نے فرمایا ''عورت ایک مدت تک اپنے والدین کی آغوش میں زندگی گزارتی ہے، پھر اللہ جل شانہ اسے شوہر عطا فرمادیتے ہیں جس سے مال و دولت اور اولاد کی نعمت اسے میسر آجاتی ہے لیکن کسی دن وہ ناراض ہوتی ہے تو کہہ دیتی ہے اس گھر میں تو جب سے آئی ہوں، کبھی سکھ نصیب نہیں ہوا۔''

(کنز الاعمال جلد ۱۶، ص ۱۶۵)

شکر کیا ہے؟ مشہور عالم علامہ ابن منظور افریقی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''لسان العرب'' میں لکھا ہے کہ شکر احسان پہچاننے اور احسان پھیلانے کا نام ہے، کسی کے احسان اور اچھائی کے عوض میں اس کی تعظیم و اکرام کرنے کو شکر کہا جاتا ہے، شکر گزار بندہ وہ کہلاتا ہے جو اللہ جل شانہ کی اطاعت پر استقامت اختیار کرکے اللہ کو راضی کرنے کی سعی کرے، بعض لوگوں سے ان کی طبیعت کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں ''الحمد للہ سب خیریت ہے، اللہ کا شکر ہے، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔'' اس طرح کے تمام جملے شکر کے زمرے میں آتے ہیں اور اس قسم کے الفاظ سے اپنی باتوں کو آباد اور اپنی زبان کو تر رکھنا چاہئے۔

میسر نعمتوں کو برقرار رکھنے کا واحد نسخہ بھی شکر ہے، شکر ادا کرنے سے نہ صرف آدمی کے پاس موجود نعمتیں برقرار رہتی ہیں بلکہ ان میں ترقی اور اضافہ بھی ہوتا ہے، اللہ جل شانہ کا ارشاد مبارک ہے ''اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تمہاری نعمتوں میں ضرور اضافہ کروں گا۔'' اس لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار اور ان پر شکر ادا کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور کوئی وقت نہ ملے تو کم از کم سونے سے قبل تقریباً ہر آدمی کو سوچنے اور تنہائی کے کچھ نہ کچھ لمحات مل ہی جاتے ہیں، ان میں اگر انسان زندگی کی نعمتوں کا تصور کرلیا کرے اور اپنی ناشکری اور کوتاہی پر ایک نظر ڈال لیا کرے تو انشاء اللہ اس فکر و تصور کی برکت سے اللہ تعالیٰ شکر کی توفیق نصیب فرمائیں گے۔

قرآن کریم میں اللہ جل شانہ سے نعمتوں پر شکر کی توفیق مانگنے کی دعا دو جگہ ذکر کی گئی ہے۔ ایک سورہ نمل آیت نمبر ۱۹ میں اور دوسری سورہ احقاف آیت نمبر ۱۵ میں، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف الفاظ اور مختلف جملوں کے ساتھ اللہ جل شانہ سے شکر کی دعا طلب فرمائی ہے۔ ان میں سے چند دعاؤں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) قرآنی دعا کے الفاظ یہ ہیں: رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی علی والدی وان اعمل صالحا ترضه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین۔

(۲) حضور اکرم اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: ''اللهم انی اسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك۔'' ''اے اللہ میں آپ سے آپ کی نعمتوں پر شکر اور اچھے طریقے سے آپ کی عبادت کرنے کا سوال کرتا ہوں۔'' (سنن ترمذی ۱۷۸)

(۳) اسی طرح آپ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی: ''اللهم اجعلنی صبورا، واجعلنی شكورا۔'' ''اے اللہ! مجھے بہت صبر کرنے والا اور نہایت شکر گزار بندہ بنادے۔''

(۴) ایک دعا ان الفاظ میں منقول ہے: رب اجعلنی لك شكارا لك، ذكارا لك، رهابا لك، مطوعا لك، مطیعا لك، مخبتا الیك اواها منیبا۔ ''اے میرے رب! مجھے شکر کرنے والا، ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا اور اپنا فرماں بردار بنادے۔'' (مستدرک حاکم، جلد اول، ص ۵۲۰)

❖❖

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰/روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کارِ خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

کون سی چپ اور کیسا سکھ

بیگم سید محمد علی جعفری

جواب دے کر جھگڑا بڑھانے سے یقیناً خاموش رہنا بہتر ہے مگر میں اپنی تمام قاری بہنوں سے صرف ایک سوال کرنا چاہوں گی کہ کیا آپ ایک ایسی بہو کو منہ میں تعویز دبانے کا مشورہ دیں گی جس کو اس کی ساس مٹی کا تیل اور ماچس لے کر جلانے کے لئے کھڑی ہو یا کسی ایسی ساس کو بھی منہ میں قفل ڈالنے کا مشورہ دیں گی جس کی بہو اس کو گھر سے بے دخل کر کے اولڈ ایج ہوم پہنچانے کی تیاری کر رہی ہو؟

خاموش رہ کر یا جواب نہ دے کر ہم وقتی طور پر تو جھگڑوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں کلی وقتی طور پر نہیں۔ آپ کسی بھی ایسی بہو یا ساس (میں بہو اور ساس دونوں کو لے کر دلائل دوں گی کیونکہ کہیں ایک مظلوم ہے کہیں دوسری) سے پوچھیں جو ایک چپ سو سکھ کے قول پر عمل پیرا ہو۔ وہ آپ کو بتائے گی کہ ایک چپ سے حاصل ہونے والی سو سکھ کے پیچھے کتنے ہزار دکھ جھیلنے پڑتے ہیں۔ یاد رکھئے! ہاتھ سے لگا زخم مندمل ہو جاتا ہے۔ مگر جو زخم زبان سے دل پر لگتا ہے وہ ناسو کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

آج کا دور خاموش رہ کر بات ختم کرنے کا نہیں بلکہ ایک دوسرے سے رابطہ کر کے رجوع کر کے مسئلے کو حل کرنے کا ہے۔ ہمارے معاشرے میں طویل عرصے سے عورتیں کبھی ساس اور کبھی بہو کے روپ میں خاموش رہ کر قربانی دیتی آ رہی ہیں، کیا اس عمل سے ساس بہو کے جھگڑے ختم ہو گئے؟ نہیں مسئلہ آج بھی جوں کا توں ہے کیونکہ ان دو کرداروں نے کبھی بیٹھ کر مذاکرہ نہیں کیا جن گھروں میں ساس بہوئیں اپنے درمیان کے مسائل پر ڈائیلاگ کرتی ہیں (مردوں کو شامل کئے بغیر) وہاں ساس بہو کے مسائل بہت حد تک قابو میں آ جاتے ہیں۔

ساس بہو کے جھگڑے سے نمٹنے کا بہت آسان ساحل ہے۔ ہم آپ کو یہاں چند مشورے دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ساس اور بہو دونوں اپنا احتساب کریں اور گھر کے ماحول میں توازن پیدا کریں۔

ساس کے لئے مشورے

اگر آپ نے اپنے بیٹے کی شادی کا فیصلہ کر لیا ہے تو سب سے بہترین بات یہ ہے کہ آپ اس کو الگ گھر کا انتظام کرنے کا حکم دے دیں۔ میری بہت سے قاری بہنیں یہ مشورہ پڑھتے ہی غصے میں آ جائیں گی مگر مشہور عربی کہاوت ہے ”دل ساتھ رکھو اور خیمے الگ“ اب میری تمام بہنیں اس کہاوت پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کریں اور اپنا احتساب خود کریں۔ اب بات آتی ہے ساتھ رہنے کی۔ اگر آپ بیٹے کو الگ نہیں کر سکتی تو بہو کو سچے دل سے قبول کریں اور دماغ کو اس بات پر راضی کریں کہ ایک لڑکی جو آپ کے بیٹے کی دلہن بن کر اس گھر میں آئے گی اس کا تعلق ایک بالکل الگ ماحول سے ہوگا۔ آپ کو اسے اپنے ماحول کے مطابق بننے کے لئے وقت دینا ہوگا۔ جب آپ کچن اس کے حوالے کریں تو اس کے سر پر سوار نہ ہوں کہ یہ ایسے کرو وہ ویسے، ہمارے یہاں یہ نہیں ہوتا یا وہ نہیں ہوتا۔ نہیں! پہلے بہو کو اپنے گھر کے تمام اصول سمجھائیں اسے ذہنی طور پر نئے ماحول میں ایڈجسٹ ہونے میں مدد دیں۔ اس کو اپنی مثال دے کر سمجھائیں کہ میں بھی جب شادی ہو کر آئی تو خود کو بہت تبدیل کیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ بہو سے آپ کی نسل آگے بڑھے گی بہو نہیں آتی تو آپ کی نسل کیسے آگے چلے گی؟ ایسے میں تو بہو بیٹی سے زیادہ پیاری ہونی چاہئے۔

ہمارے معاشرے میں ساس نامی کردار کا ایک عجیب نفسیاتی مسئلہ بھی پایا جاتا ہے۔ ساس صاحبہ نسل چلانے کے لئے بہو تو لے آتی ہیں مگر بیٹے کا بٹوارہ برداشت نہیں ہوتا۔ ایسے میں ساس صاحبہ بہو کو دبا کر بیٹے پر حاوی رہنے کی کوشش کرتی ہیں اور بیٹے کو اس کی ذمہ داری پوری نہیں کرنے دیتیں۔ یہاں تمام ساسیں یہ سن لیں کہ بہو بیٹے کی ذمے داری ہے اور اگر یہ ذمے داری پورا کرنے میں وہ کوئی کوتاہی برتے گا تو اللہ کے یہاں اس سے ضرور باز پرس ہوگی۔ لہٰذا آپ اس گناہ میں شریک ہو کر اس کی پشت پناہی نہ کریں۔ سوچئے دنیا میں تو بہو کی خاموش آہیں بے سکون رکھیں گی اور اوپر جا کر اللہ آپ سے باز پرس کرے گا۔ قصہ مختصر بہو کی کسی غلطی پر شور نہ مچائیں بلکہ اسے اپنے پاس بٹھا کر ٹھنڈے دل و دماغ سے سمجھائیں کہ بیٹی تم یہاں غلط ہو یا یہاں صحیح ہو۔ کام اس طریقے سے انجام دیتیں تو زیادہ بہتر ہوتا اور آخر میں سب سے اہم بات بیٹے اور بہو کے معاملات میں بے جا مداخلت نہ کریں۔ یہ حرکت گھر کے ماحول میں بے سکونی کی سب سے اہم وجہ ہے اور اگر کبھی بیٹے بہو کو لڑتے دیکھیں تو بہو کی حمایت کریں۔ بہو چاہے جتنی بھی بری ہو، آپ کے اس عمل پر آپ سے محبت کرنے لگے گی۔

بہو کے لئے مشورے

آپ کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ ہنی مون سے واپسی بھی ہو گئی ہے آپ کی ساس یقیناً اگلے دن تو آپ سے کھیر نہیں پکوائیں گی۔ دو تین دن یا ایک ہفتہ جتنا بھی وقت ملے اپنے اردگرد کے ماحول پر گہری نگاہ ڈالیں اور اس بات کا اندازہ لگائیں کہ گھر کا ماحول کیسا ہے۔ کون کیسی عادات رکھتا ہے، خاص طور پر ساس اماں۔ یہ عمل آپ کو نئے گھر میں ایڈجسٹ ہونے میں بہت مدد دے گا۔ آپ نے گھر کا انتظام سنبھال لیا۔ یہی زندگی کا وہ موڑ ہوتا ہے۔ جب ساس بہو کے مسائل شروع ہوتے ہیں۔ کبھی ساس کی کسی بات کے جواب میں یہ مت کہیں کہ ہمارے میکے میں یہ ہوتا ہے، ہمارے میکے میں وہ ہوتا ہے میکہ میکہ کرنے والی لڑکیاں سسرال میں مشکل سے بستی ہیں۔ مثال کے طور پر: آپ کی ساس نے ”بھنڈی کی بھجیا“ پکانے کا حکم صادر کیا۔ آپ نے اپنے طریقے سے پکا دی۔ اس بات پر چپقلش کا خطرہ ہے کیونکہ آپ نے پکائی ٹماٹر ڈال کر اور آپ کی ساس بناتی ہیں کھٹائی ڈال کر۔ اب یقیناً آپ کو باتیں سننا پڑیں گی۔ ایسے میں جب ساس صاحبہ آپ کو سنا کر اپنا دل ہلکا کر لیں تو آپ بہت شیریں زبان میں پہلے معذرت کریں پھر کہیں کہ ہمارے گھر میں ایسے پکتی تھی لیکن میں آئندہ ایسے نہیں پکاؤں گی۔ آپ مجھے اپنا طریقہ بتا دیں میں آئندہ ایسے پکاؤں گی اور کوشش کریں کہ جب بھی کچھ پکائیں اپنی ساس سے طریقہ پوچھ لیں۔ لیکن جب وہ طریقہ بتائیں تو ساتھ آپ اپنے طریقے کا بھی ذکر کریں تاکہ ساس کو یہ نہ لگے کہ آپ کو کچھ نہیں آتا۔ اگر آپ مکمل ”چپ“ سادھ لیں گی تو ساس صاحبہ کو گمان ہوگا کہ آپ کو کچھ نہیں آتا۔

زبان شیریں تو ملک گیری۔ یہ تعویذ آپ کو اس وقت منہ میں رکھنا ہوگا جب ساس صاحبہ کی زبان زہر اگل رہی ہو اور جیسے ہی وہ باتیں سنا کر فارغ ہوں آپ منہ میں گلاب جامن رکھ کر اپنی بات ان تک پہنچائیں۔ خاموش رہ کر پی جانے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ سامنے والے کو آپ کی خرابی کا یقین ہو جائے گا۔ مجازی خدا کی اہمیت کو ساری دنیا جانتی ہے۔ اب سوچئے اس کی ماں کا کیا رتبہ ہوگا؟ کوشش کریں اپنے دل میں گنجائش پیدا کرنے کی خاص طور سے گھر کے بزرگ افراد کیلئے۔

ساس اور بہو دونوں کیلئے کچھ باتیں

اپنے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے گنجائش پیدا کریں۔ یاد رکھئے! دل میں بغض اور کینہ رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند کرتا ہے۔ معافی مانگنے میں پہل کریں اور معاف کرنے میں جلدی۔

آپ دونوں گھر کے اہم ستون ہیں۔ اپنے مقام کو پہچانئے اور اپنے مسائل ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ بات چیت کے ذریعے حل کریں۔ اگر آپ دونوں ابھی ابھی جھگڑے سے فارغ ہوئی ہیں تو فوراً اٹھیں اور ایک دوسرے کو گلے لگا کر پہلے غصہ ٹھنڈا کریں۔ پھر ان تمام نکات پر بات چیت کریں جو آپ دونوں کے درمیان جھگڑے کی وجہ ہیں۔ گھر کا سکون آپ دونوں کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی ایک بھی اگر ذمے داری نہیں نبھائے گا تو اللہ تعالیٰ کو جواب دہ ہوگا، کیونکہ اللہ رب العزت شر پھیلانے والے حاسد اور بغض رکھنے والوں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ ●

تاثیر بیان کا نسخہ

ستر اسی سال پہلے کی بات ہے، دمشق کی ایک چھوٹی سی مسجد میں شیخ علی نمازِ فجر کے بعد درس دیا کرتے تھے، اس درس کو سننے کے لئے لوگ دور دور سے آتے، مسجد بھر جاتی، سڑکوں پر چٹائیاں بچھا کر سامعین کا ہجوم شیخ کی گفتگو میں محو ہوتا، شیخ کی باتیں دل سے نکلتیں اور سننے والوں کی زندگیاں بدلتیں، آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹتا اور باطن کی کدورتوں کو صاف کرتا چلا جاتا، لوگ واپس ہوتے تو ان کے دامن میں بے حسی اور غفلت کی حیات پر ندامت کی سوغات ہوتی اور دل میں عمل صالح کے عزم وجذبہ کا تحفہ ہوتا، اسی سوغات اور اسی تحفے کو لینے کے لئے خلق خدا پروانہ وار آتی، داغ حسرت نشان منزل ہے، جہاں یہ ملے......لوگ وہاں کا رخ کیوں نہیں کریں گے، علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا:

موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

شیخ کے ایک شاگرد نے ان سے پوچھا: ''ہم کئی اہل علم کے مواعظ اور تقریریں سنتے ہیں لیکن جو تاثیر آپ کے بیان میں ہے وہ کہیں نہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟'' شیخ نے ابتداء میں انہیں طرح دیا، لیکن اصرار کرنے کے بعد فرمایا: ''بھائی! آپ اصرار کر رہے ہیں تو بتائے دیتا ہوں کہ اس درس کے لئے میں رات کے آخری پہر قرآن کریم کے دس پارے پڑھتا ہوں، اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہوں کہ میرا یہ درس اور گفتگو سننے والوں کے لئے مفید ثابت ہو۔'' ظاہر ہے ایسے اللہ والے کے وعظ میں اثر کیوں نہ ہوگا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کون ناواقف ہوگا؟ وہ پشاور ایک سیرت کے جلسے میں تقریر کے لئے گئے، دو دن تقریر کرنی تھی، پہلے دن تقریر کی، جو جمی نہیں فرماتے ہیں: ''مجھے بھی اپنی تقریر کے نہ جمنے کا احساس تھا، قیام گاہ پر آیا تو دعا کی ایک اضطراری کیفیت طاری ہوئی جو اکثر رنگ لاتی ہے، میں نے خدا کے سامنے اپنے عجز اور نااہلیت کا اقرار کرتے ہوئے مدد کی دعا کی، دوسرے دن کا جلسہ اصل جلسہ تھا، سردار عبدالرب نشتر بھی تشریف رکھتے تھے...... مجھے معلوم نہیں کہ اس وقت مضامین کا ورود کہاں سے ہو رہا تھا اور زبان میں طاقت کہاں سے آ گئی تھی کہ میں خود بھی اس کے زور میں بہہ رہا تھا اور مجمع بھی مسرت وسرشار تھا، دیکھنے والوں نے بتلایا کہ عبدالرب نشتر چہرہ پر رومال رکھے ہوئے تھے اور آنکھ سے آنسو جاری تھے، تقریر ختم ہوئی تو بہت سے پٹھان اُٹھ کر سامنے آئے اور کہا کہ کیا حکم ہے۔''

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی پہلی تقریر کا واقعہ لکھتے ہیں: ''میں اچانک پہلی دفعہ پبلک کے سامنے تقریر کے لئے کھڑا ہوگیا، ٹونک کی تاریخ میں وہ یادگار دن تھا، جامع مسجد بھری ہوئی تھی "وامتازوا الیوم ایھا المجرمون" کے ساتھ میری کڑکتی ہوئی تقریر کا آغاز ہوا، جو جہاں تھا، تھرا کر رہ گیا، پھر مجھے خود نہیں معلوم کہ کیا کہا، پندرہ بیس منٹ کے بعد ہوش آیا تو دیکھتا ہوں کہ خود رو رہا ہوں اور ساری مسجد میں کہرام برپا ہے، لوگ واقعتاً کپڑے پھاڑ رہے تھے، بال نوچتے تھے، منہ پر تھپڑ مارتے تھے، ساری مسجد دیوانی ہو رہی تھی۔''

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حق بات، حق طریقے اور حق کی نیت سے کہی جائے، کبھی بے اثر نہیں جاتی، بات اثر نہ کرے تو سمجھ لیجئے ان تین میں سے کسی ایک میں جھول ہے یا بات حق نہیں یا طریقہ اور کہنے کا اسلوب مناسب نہیں اور یا پھر نیت میں اخلاص کے بجائے فتور ہے۔

(بقیہ صفحہ......۴۰ پر)

سوال وجواب

مفتی راشد حسین ندوی

سوال: اگر کسی عورت کو حمل کی وجہ سے شدت سے تکلیف ہو اور وہ رمضان کا روزہ رکھے ہوئے ہو۔ تو کیا اس کے لئے روزہ توڑنا جائز ہوگا؟ روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ ادا کرنا بھی لازم ہوگا، یا قضا کافی ہوگی؟

جواب : اگر روزہ نہ توڑنے سے عورت یا بچہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا ظن غالب ہو، تو روزہ توڑنا جائز ہوگا، اور صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا، اس طرح کا خطرہ نہ ہو تو روزہ توڑنا ناجائز ہوگا، اور کفارہ بھی واجب ہوگا۔ (ہندیہ ۱/۲۰۷)

سوال : تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر مسجد میں مٹھائی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب : صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مٹھائی تقسیم کرتا ہے، تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس کے لئے مسجد کی وقف رقم استعمال کرنا یا چندہ کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۴/۴۲۷)

سوال : تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنا بھول جائے اور کھڑا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب : تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ کرنے کے بجائے کھڑا ہو گیا ہو تو اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آ جائے تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے، اور سجدہ سہو کر کے اس بھول کی تلافی کر لے، اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا ہو تو چوتھی رکعت بھی ملا لے، اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے۔ مگر یہ چار رکعت صرف دو رکعت شمار ہوں گی۔ (ہندیہ ۱/۱۱۸)

سوال : تراویح کی نماز صرف مردوں کیلئے سنت ہے یا عورتوں کیلئے بھی مسنون ہے؟

جواب : تراویح مردوں اور عورتوں دونوں پر سنت مؤکدہ ہے۔

سوال : روزہ کی حالت میں دانت نکلوانا یا دانتوں پر دوا لگانا کیسا ہے؟

جواب : بہتر تو یہ ہے کہ دانت نکلوانا ہی ہو تو رات میں نکلوائے، لیکن کسی ضرورت (تکلیف) کی زیادتی وغیرہ) سے دن میں نکلوانا ناگزیر ہو تو اس کی گنجائش ہے، البتہ بلاضرورت دن میں نکلوانا مکروہ ہوگا، اور دوا یا خون اگر پیٹ کے اندر چلا جائے، اور وہ تھوک پر غالب یا اس کے مساوی ہو، تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور قضاء لازم ہوگی۔

(شامی ۲/۱۰۷)

سوال: قے ہو جانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب : قے سے صرف دو صورتوں میں روزہ فاسد ہوتا ہے۔ (۱) منہ بھر کے قے آئی ہو اور اس نے قصداً اس کا اعادہ کر لیا ہو۔ (۲) عمداً خود سے منہ بھر قے کی ہو، بقیہ صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوتا، جیسے: قے ہوئی اور کچھ بھی واپس نہیں ہوا، یا واپس ہوا لیکن اس کے قصد کے بجائے خود سے واپس ہوا۔ (شامی ۲/۱۲۰، ۱۲۱)

سوال : اگر مسجد میں استنجاء خانہ نہ ہو تو کیا معتکف قضاء حاجت کے لئے اپنے گھر کے بیت الخلاء میں جا سکتا ہے؟

جواب : صورت مسئولہ میں وہ اپنے گھر کے استنجاء خانہ میں جا سکتا ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (ہندیہ ۱/۲۱۲)

سوال : رمضان شریف میں مسجد کے اندر اگربتی وغیرہ سلگانا کیسا ہے؟

جواب : مکروہ ہے، اس لئے کہ دھواں چاہے جس چیز کا ہو، قصداً اس کو حلق سے نیچے اتارنا مفسد صوم ہوتا ہے، اور اگربتی وغیرہ سلگانے میں اس کا امکان پایا جاتا ہے۔ (شامی ۲/۱۰۶)

سوال : روزہ دار کے لئے منجن یا ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب : مکروہ ہے، البتہ مسواک دن کے کسی بھی حصہ میں کرے، تو نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے۔

(شامی ۲/۱۴۴، احسن الفتاویٰ ۴/۴۲۹)

انیس فاطمہ

موسم سرما میں چہرے کی شگفتگی کیلئے چند ٹپس

موسم سرما میں چہرہ کھچا کھچا سا لگنے لگتا ہے ایسے میں چہرے کی جلد کے لئے خاص دیکھ بھال اور نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم اس موسم میں چہرے کی نمی، تازگی اور شگفتگی برقرار رکھنے کے لئے چند مفید ٹپس پیش ہیں۔

اگر آپ کا چہرہ گرد، دھول سے اٹا ہوا محسوس ہو تو چہرے پر گاجر پیس کر اس کا پیسٹ کم سے کم نصف گھنٹے تک لگا رہنے دیں۔ اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے دھولیں چہرہ شاداب محسوس ہوگا۔

اگر چہرہ پر سوجن اور کیل نکلنے کے نشانات نظر آئیں تو ان پر روئی کو ٹھنڈے دودھ میں بھگو کر متاثرہ جگہ پر رکھ لیں۔ یا پھر تازی پیلی ناشپاتی کا پیس (ٹکڑا) کم سے کم دس منٹ تک رکھیں نشانات دور ہو جائیں گے۔

اگر آپ کی جلد چکنی ہے تو دن میں کئی بار اپنا چہرہ صابن سے دھوئیے۔ لیکن چکنی جلد والی خواتین کو چکنائی، گرم اور کھٹی میٹھی اشیاء سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اگر چہرے کی جلد ٹھیک نہیں ہے تو اسے صحیح کرنے کے لئے انڈے کی زردی میں سنترے کا رس ملا کر چہرے پر لگائیں اگر چہرے کی جلد خشک ہے تو صابن کم سے کم استعمال کریں۔

خشک جلد کیلئے

چہرے کی خشک جلد کے لئے عرق گلاب اور لیموں کے رس میں سفید گلیسرین ملا کر لگانے سے چہرے کی خشکی دور ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ خشک جلد کے لئے چہرے پر انڈے کی زردی میں سرسوں کا تیل ملا کر لگائیں۔ مکھن لگانے سے بھی چہرے کی جلد کی خشکی اور کھردراپن دور ہو جاتا ہے۔

رات کو سونے سے قبل Olive Oil یعنی زیتون کے تیل میں انڈے کی زردی ملا کر چہرے پر لگانے سے بھی خشکی دور ہو جاتی ہے اور چہرہ نرم ملائم ہو جاتا ہے۔

اگر چہرے کی جلد مرجھائی ہوئی ہو تو موسمبی یا نارنگی کے چند چھلکوں کو لیں ان کو سکھا کر ایک پیالی دودھ میں بھگو دیں۔ دو یا تین گھنٹے کے بعد جب چھلکے نرم ہو جائیں تو انہیں باریک پیس لیں اور رات کو سونے سے قبل چہرے پر لگائیں چند دن لگانے سے چہرہ کھل اٹھے گا۔

اگر چہرے کی رنگت نکھری ہوئی نہ ہو تو بیسن میں دودھ، لیموں کا رس اور ایک چٹکی بھر ہلدی ملا کر چہرے پر لگائیں جب جلد خشک ہو جائے تو پانی سے دھولیں۔

اگر چہرے کی رنگت نکھارنی ہو تو گاجر کا رس روئی کی مدد سے روزانہ چہرے پر لگائیں رنگت نکھر آئے گی۔

اگر چہرے کی رنگت نکھارنا ہو تو جو کا آٹا، سونف، خربوزہ کے بیج اور سنگترے کے چھلکے ہم وزن لے کر تمام اشیاء کو اچھی طرح باریک پیس لیں۔ اب اس سفوف یعنی پاؤڈر کو صبح شام چہرے پر لگانے سے کچھ ہی دن کے بعد چہرہ نکھرا نظر آئیگا۔

اگر چہرے کی جلد خشک ہو تو دودھ کی بالائی، خالص شہد ملا کر چہرے پر مالش کریں، چہرہ ملائم اور نرم وشفاف ہو جائے گا۔

اگر چہرے کی رنگت نکھارنی ہو تو نصف کپ گیہوں کا آٹا، نصف کپ بیسن، چھوٹا نصف چائے کا چمچ ہلدی پاؤڈر، سنگترے کے چھلکے اور سفید صندل ان تمام اشیاء کو باریک پیس لیں اور روزانہ رات کو سونے سے قبل دودھ کے ساتھ اس پاؤڈر کو لگائیں۔ چند ہی دنوں میں چہرہ کھل جائے گا۔

اگر چہرے کو نکھارنا ہو تو ایک انڈے کو خوب اچھی طرح پھینٹ کر شہد اور دودھ میں ملا کر صبح شام چہرے پر لگائیں۔

اگر چہرے پر سیاہ نشانات یا داغ دھبے ہوں تو ٹماٹر کا رس ملنے سے چہرہ شگفتہ وشاداب ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ سیاہ دھبوں کو دور کرنے کے لئے چہرہ کو چند دنوں تک دودھ سے چہرہ کھل جاتا ہے اور سیاہی دور ہو جاتی ہے۔

اگر چہرے کی رنگت نکھارنی ہو تو چہرے پر تازہ پھلوں کا رس ملنے سے چہرہ شاداب وشفاف ہو جائے گا۔

اگر چہرے کا رنگ صاف کرنا ہو تو سرسوں کے تلوں کو باریک پیس کر دودھ میں شامل کر لیں اور اس کو رات کو چہرے پر لگائیں رنگ صاف ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ چہرے کو نکھارنے اور صاف وشاداب کرنے کے لئے خربوزے کے بیج چھیل کر پانی میں ملا کر پیس لیں اور چہرے پر چند دن تک لیپ کر لیں چہرہ کھلا ہوا اور صاف وشفاف لگنے لگے گا۔

❖❖

محمد قمر الزمان ندوی

ماہ صفر المظفر اور مسلمان

صفر تقویم اسلام کا دوسرا مہینہ ہے۔ قبل از اسلام اس مہینہ کو اہل عرب منحوس سمجھتے تھے اس بناء پر مسلمان اس مہینے کو صفر الخیر یا صفر المظفر کہتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلانہ عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ لا عدوی ولا طیرۃ ولا ہامۃ ولا صفر۔ (ترجمہ) مرض لگ جانے، پرندے اور الو سے نحوست پھیلنے اور صفر کے مہینہ میں مصیبت اور نحوست ماننے کی کچھ حقیقت نہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں صفر کے مہینہ کو نامرادی اور ناکامی کا پیش خیمہ سمجھا جاتا تھا اسلام نے صفر کو مظفر و مسعود گردانا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی مہینوں میں اس مہینہ کے ساتھ خصوصاً مظفر کامیاب کی صفت لگی ہوئی ہے۔ جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ایام ظفر وسعادت اور کامیابی وکامرانی کے حصول کا ذریعہ ہیں نہ کہ تشاؤم وبدفالی کا ذریعہ۔

بعض روایت کے مطابق قدیم عرب محرم کو سفر کہتے تھے اور حج کے مہینے میں عمرے کو قابل اعتراض عمل سمجھتے تھے اپنے اس خیال کو وہ مندرجہ ذیل کہاوت میں ادا کرتے تھے۔ اذا مبرء الدبر وعفی الأثر وانسلخ صفر حلت العمرۃ لمن اعتمر۔ یعنی جب اونٹوں کی زخمی پیٹھیں اچھی ہو جائیں اور حاجیوں کے قدموں کے نشان مٹ جائیں اور صفر گزر چکے تو عمرہ حلال ہو جاتا ہے اس کے لئے عمرہ کرنا چاہئے۔

ماہ صفر کے متعلق زمانہ قدیم میں یہ بھی عقیدہ پایا جاتا تھا کہ وہ ایک قسم کا سانپ ہے جو انسان کے معدے میں پرورش پاتا ہے۔ اور بھوک کی شدت میں جو تکلیف محسوس ہوتی ہے اس کی اصل وجہ وہی سانپ ہے جو انسان کو ڈستا ہے اس تصور ہی سے انسان کانپ اٹھتا ہے۔ اور صفر کی آمد سے اس کے ذہن ودماغ اور تصور احساس میں ایک ہلچل سی پیدا ہو جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور شریعت اسلامیہ سے دوری کے باعث مسلم معاشرہ میں بھی جہاں اور بھی خرافات اور خام خیالیاں مشہور ومعروف ہیں وہاں یہ بھی مشہور ہے کہ صفر کا مہینہ منحوس ہے اور یہ بلاؤں اور مصیبتوں کے نزول کا مہینہ ہے۔ یہ سب غلط خیالات اور بے سند کی باتیں ہیں جو خلاف شرع ہیں۔ ماہ صفر میں بہت سے مسلمان گھرانوں میں بھی ''تیرہ تیزی'' کا وہ تصور بھی ہے جو مردوں میں تو کم لیکن عورتوں کے دل ودماغ پر ایسا چھایا ہوا ہے کہ ہر حال میں اس کی پابندی لازمی سمجھی جاتی ہے۔ صفر کے شروع کے تیرہ دن انتہائی منحوس خیال کئے جاتے ہیں ان دنوں میں شادی بیاہ نہیں کی جاتی۔ دلہن کی رخصتی موقوف ہوتی ہے کوئی نیا کام کرنے سے گریز کیا جاتا ہے ان دنوں میں ولادت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا اگر کسی کے یہاں ان دنوں میں ولادت ہوتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ اس کی آمد پریشانیوں کا پیش خیمہ ہے۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے تو اس کو اس نئے مہمان کی آمد سے جوڑ دیا جاتا ہے جو خالص جاہلانہ تصور اور عقیدہ ہے۔ حد یہ ہے کہ اردو کی بعض کتابوں میں بھی اس مہینہ کو منحوس لکھا گیا ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ یہ مہینہ نزول بلا ومصیبت کا ہے۔ اور اس کی تائید میں حدیث وضع کر کے پیش کر دیا ہے کہ جو کوئی ماہ صفر گزرنے کی خوشخبری سنائے میں اس کو جنت میں داخل ہونے کی بشارت دوں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ بعض علماء سوء نے اس کو اپنی طرف سے وضع کر لیا تھا۔

(بقیہ صفحہ......۳۶ پر)

قاری ایم. ایس. خان

شادی کی حکمتیں

کثرت نسل جس کی عام طور پر قومیں حریص ہوتی ہیں یہ مقصد نکاح کے ذریعہ ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ماں باپ بننے کی خواہش اور آرزو نکاح کے ذریعہ ہی تکمیل پاسکتی ہے۔ انسان کے اندر کام کی جستجو، ہمت و حوصلہ اس کے اندر عمل کی پھرتی و نشاط اپنی بیوی اور بچوں ہی کی خاطر سے پیدا ہوتا ہے جو ایک قومی نظام اس کی تعمیر و ترقی کے لئے ضروری ہے اس طرح ایک آدمی شادی کر کے قومی زندگی کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ ادا کرتا ہے۔

شادی ہی کے ذریعہ کاموں کی تقسیم ہوتی ہے عورت گھر کی نگہبان، بچوں کی تربیت کا مؤثر ذریعہ بن کر مرد کو باہر کے کاموں کے لئے فارغ کرتی ہے۔ مختلف اور اجنبی خاندان ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں اور الفت و محبت کا ایسا مضبوط اور مستحکم رشتہ قائم ہوتا ہے کہ کسی اور ذریعہ سے اس کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ (فقہ السنۃ)

نکاح کی ضرورت

عورت اور مرد ان دونوں میں کیا باہمی رشتہ ہے اس کو بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے وہ یعنی عورتیں تمہارے لئے پوشاک ہیں اور تم ان کے لئے پوشاک ہو۔" کسی نے کہا کہ عورت صرف مرد کے لئے ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو ماں باپ باوجود اپنی ہزاروں شفقتوں اور محبتوں کے اپنی لڑکی اپنے گھر رکھتے، شوہر کے سپرد کیوں کرتے؟ کیا ماں باپ کو محبت نہ تھی یا ان کے پاس مال و دولت کی کچھ کمی تھی؟ نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ مرد عورت کے بغیر اور عورت کی زندگی بغیر مرد کے مکمل نہیں ہوتی۔

اسلام اس تقاضہ فطرت کی تکمیل پر نہ صرف زور دیتا ہے بلکہ اس کو عبادت بھی قرار دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس وقت کوئی تمہاری طرف نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو اس سے نکاح کردو۔ اگر تم نکاح نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔" (ترمذی شریف ۱۲۸)

حضرت سعد بن وقاصؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین چیزیں ابن آدم کی سعادت سے ہیں۔ نیک عورت، بہترین مکان، عمدہ سواری۔ بدبختی کی تین چیزیں ہیں۔ بری عورت، خراب مکان، خراب سواری۔ (فقہ السنۃ ۲/۱۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری زندگی میں صرف دس دن باقی رہ جائیں اور مجھے معلوم ہوجائے کہ دس دن کے بعد میری موت واقع ہوجائے گی اور مجھ میں نکاح کی قدرت ہو تو میں ضرور نکاح کروں گا تاکہ فتنہ سے بچ سکوں۔ (فقہ ۲/۱۳)

یاد رہے کہ نکاح نہ صرف یہ کہ تقاضہ فطرت ہے بلکہ حضرات انبیاء اور مرسلینؑ کی سنت بھی ہے۔

نکاح کی حقیقت

عورت اور مرد (بشرطیکہ ان دونوں کے درمیان کوئی امر مانع عقد نہ ہو) دونوں دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلیں تو بس یہ نکاح ہے۔ مثلاً مرد کہے میں نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت کہے میں نے قبول کیا اور اس کلام کو دو گواہوں نے سن لیا بس نکاح منعقد ہوگیا۔

عورت کی طرف سے عورت کا ولی یا وکیل ایجاب وقبول کرے تو بھی کافی ہے۔

لڑکی کو کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو تو شرعاً پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا۔

شادی کے لئے عمر

اسلام نے نکاح کے صحیح ہونے کے لئے مرد و عورت کے درمیان نہ تو عمر کی قید رکھی ہے کہ شوہر کی عمر اتنی ہو اور بیوی کی اتنی اور نہ نکاح کے صحت کے لئے شریعت نے بلوغ ہی کی قید لگائی البتہ نکاح کے عظیم مقاصد و مصالح کا تقاضہ یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان عمر کا ایک تناسب ہونا چاہئے۔

معیار انتخاب۔

بیوی شوہر کے لئے باعث سکون، اس کی کھیتی، اس کی شریک زندگی، اس کے گھر کی مالک، اس کے اولاد کی ماں، اس کے خواہشات کا مرکز، اس کی ہمراز، اس کے ارکان خاندان کی ایک اہم رکن ہے۔

بچے کے اندر اسی کی خصوصیات اور صفات منتقل ہوتی ہیں۔ اسی سے وہ زبان سیکھتے ہیں۔ دین کے نقوش اور اجتماعی عادتیں بھی وہ اپنی ماں ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ ماں کا گود ہی بچہ کا اولین مکتب ہے اسی لئے اسلام بیوی کے انتخاب میں نیکی اور صلاحیت کو پیش نظر رکھنے پر زور دیتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت سے نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ مال، نسب یعنی خاندان، حسن وجمال اور دینداری، تم دیندار عورت سے نکاح کرنے میں کامیابی حاصل کرو۔

جس طرح بیوی کے انتخاب میں دینداری کا لحاظ رکھنا چاہئے اسی طرح شوہر کے انتخاب میں بھی ڈگری، ملازمت، مال و دولت کو معیار بنانے کے بجائے دینداری اور تقویٰ کو معیار بنانا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنی لڑکی کی شادی فاسق سے کی اس نے رشتہ داری کو کاٹ دیا یعنی رشتہ داری کا حق ادا نہیں کیا۔ (احیاء علوم الدین ۲/۴۱)

حسن وجمال یا مال کی وجہ سے شادی کرنے کا انجام

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ کرتے ہیں اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فقر میں اضافہ کردیتے ہیں اور جو شخص عورت کے حسب ونسب وخاندان کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے صرف کمینہ پن ہی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو شخص کسی عورت سے اس لئے شادی کرتا ہے کہ اپنی نظر کو نیچی رکھے یا صلہ رحمی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس نکاح میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی شامی ۲۸۴/۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ تم عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے شادی نہ کرو ہوسکتا ہے ان کا حسن انہیں بگاڑ دے۔ تم ان سے ان کے اموال کی وجہ سے بھی شادی نہ کرو ممکن ہے ان کے اموال انہیں سرکش بنادیں، لیکن تم دینداری کی بنیاد پر شادی کرو اور دیکھو، ایک کان کٹی یا ناک کٹی کالی باندی دیندار (غیر دیندار حسین آزاد عورت سے) افضل ہے۔ (رواہ ابن ماجہ)

کیا حسن وجمال مطلوب نہیں

حدیث میں حسن وجمال کے مقابلہ میں دینداری کو ترجیح دینے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ حسن وجمال شجر ممنوعہ ہے قابل احتراز ہے اور قابل ترجیح نہیں بلکہ مطلب حدیث شریف کا صرف اتنا ہے کہ دینداری کے بغیر حسن وجمال ہو تو یہ لائق ترجیح اور قابل التفات نہیں۔

ہاں! اگر دینداری کے ساتھ حسن وجمال بھی جمع ہوجائے تو پھر کیا پوچھنا نور علیٰ نور ہے قابل ترجیح ہی نہیں بلکہ شریعت کا عین مطلوب بھی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کردے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا "تم میں سے کسی کے دل میں اگر اللہ تعالیٰ کسی عورت سے شادی کی خواہش پیدا کرے تو اسے دیکھ لینا چاہئے کیونکہ دیکھ لینے سے طرفین میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ ۲۶۹)

اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک نظر دیکھ لینے سے محض ظاہری حسن وجمال ہی کا علم ہوسکتا ہے۔ سیرت وکردار یا اخلاق و دیانت کا اس مختصر وقفہ میں کیا اندازہ ہوگا؟ اس سے یہ بات خود ظاہر ہے کہ شریعت نے حسن وجمال کا اندازہ کرنے کے لئے ہی اس طرح کی تاکید کی ہے۔

شادی سے پہلے دیکھنے کی اجازت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شادی سے پہلے مخطوبہ (جس سے نسبت طئے ہوئی ہے) کو دیکھ لیا کرو تا کہ محبت ومودت کا رشتہ ہمیشہ قائم رہ سکے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کا ارادہ کیا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو دیکھ لو یہ دیکھنا تمہارے درمیان محبت کا سبب بنے گا۔

جس طرح مرد کو چاہئے کہ وہ مخطوبہ کو دیکھے اس طرح مستحب ہے کہ عورت بھی اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ لے۔ یہ اجازت اس وقت ہے کہ ان دونوں میں نکاح متوقع ہو اور سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے باقی بدن نہ دیکھے۔ (شامی)

بعض علماء دین نے اس زمانہ میں بوجہ فتنہ کے اس کی اجازت نہیں دی ان دو متضاد اقوال کی روشنی میں مناسب اور قابل عمل بات یہ ہے کہ فتنہ کا اندیشہ ہو تو دیکھنے کی اجازت نہیں اور اگر فتنہ کا ڈر نہ ہو تو اجازت ہے۔

عقد کے بعد حقوق نکاح

عقد نکاح کی تکمیل کے بعد درج ذیل حقوق ایک دوسرے کے لئے ثابت ہوجاتے ہیں نکاح کی وجہ سے میاں بیوی کو ایک دوسرے سے استمتاع (یعنی نفع اٹھانے) اٹھانے کا حق حاصل ہوچکا۔ بیوی نکاح کی وجہ سے مہر پانے کی مستحق ہوگئی۔

نان، نفقہ، لباس، رہائش مرد، کے ذمہ لازم ہوگیا۔ عورت مالدار ہو تب بھی، مہر نان ونفقہ، رہائش وغیرہ کی حقدار ہے۔

بیوی پر اپنی عفت وعصمت کی حفاظت، نیز شوہر کے مال کی حفاظت شوہر کی حضور وغیاب میں ضروری ہے۔

محض عقد سے (خواہ ہمبستری نہ ہوئی ہو) حق وراثت ثابت ہوجاتا ہے۔

اگر زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہوجائے تو زندہ، مرنے والے کی وراثت پائے گا۔

اولاد کا نسب بھی ثابت ہوجاتا ہے۔

❖❖

ملاعلی قاری نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہ من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة لا أصل له۔ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اس طرح اس ماہ کی ۱۳ تاریخ کو بعض علاقوں اور خاندانوں میں چنے ابال کر تقسیم کئے جاتے ہیں اور اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ بلاٹل جائے گی۔ یہ سب غیر اسلامی اور غیر شرعی اعمال اور عقیدہ ہیں۔ بعض لوگوں نے اس ماہ میں بعض خصوصی نفل نمازوں کو گڑھ لیا ہے جسے پہلی شب میں پڑھنے کو بتایا ہے جو حدیث سے ثابت نہیں۔ الغرض ماہ صفر المظفر میں اس قسم کے خیالات کہ یہ مہینہ منحوس ہے اس مہینے کی فلاں تاریخ تک شادی بیاہ نہیں ہونا چاہئے اس طرح یہ اعتقاد کے اس مہینہ میں ولادت منحوس ہے یہ سب لغو خیالات ہیں۔ جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ ایک مسلمان کی یہ شان ہے کہ اس کا باطن وہمی تصورات سے قطعاً پاک ہو۔ اور ظاہر طاعت ربانی پر شاہد ہو۔ پھر اس کو وہ قوت قاہرہ حاصل ہوگی جو کسی قوم وملت کی قیادت کے لئے ضروری ہے۔ ؎

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کرائے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

●●

امریکہ کے کتے اور بلیاں

ڈیڈی کے بڈی کا علاج:

بڈی کی حلق میں ایک روز چبھن سی محسوس ہوئی، اسے یوں لگا جیسے اندر کوئی پھانس سی ہے یا جیسے کوئی ہڈی کا ٹکڑا ہے جو حلق کی کسی دیوار کے ساتھ چپک گیا ہے اور تھوک نگلنے یا سانس لینے کے ہر عمل کے ساتھ وہ ٹکڑا اندر ہی اندر چبھتا ہے۔ اس نے چھینک کر، کھانس کر وہ ٹکڑا نکالنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی، وہ زبان باہر نکالتا تو تھوڑی دیر کے لئے آرام آجاتا لیکن زبان اندر کرتے ہی دوبارہ تکلیف شروع ہوجاتی، آرام تو خیر کھانستے وقت بھی آتا تھا چنانچہ اب زبان باہر لٹکانا اور کھانسنا اس کا معمول بن گیا۔ اس کے "ڈیڈی" نے سینٹ لوئیس کے ڈاکٹروں کو دکھایا لیکن وہ مسئلہ دریافت نہ کرسکے۔ مختلف قسم کے ٹیسٹ اور انکوائریاں ہوئیں لیکن تشخیص نہ ہوسکی۔ بڈی کمزور ہوتا چلا گیا بالآخر ایک ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ بڈی کو نیویارک لے جایا جائے جہاں جدید ترین مشینوں اور ماہر ڈاکٹروں کی مدد لی جائے۔ ڈیڈی ایک امیر کبیر امریکی تھے انہوں نے جہاز چارٹر کیا اور بڈی کو لے کر نیویارک آگئے۔ بڈی کو اسپتال لے جایا گیا، ڈاکٹروں نے معائنہ کیا اور ڈیڈی کو بتایا کہ بڈی کو حلق کا کینسر ہے، اس کا آپریشن ہوگا۔ ڈیڈی گھبرا گئے، پیسوں یا مہنگے علاج کی وجہ سے نہیں، انہیں بڈی کی زندگی زیادہ عزیز تھی، پیسہ تو ان کے پاس تھا ہی بہت۔ بہر حال بڈی کا علاج شروع ہوا، اس کے حلق کا کامیاب آپریشن ہوا، اس کی کیموتھراپی ہوئی اور آخر میں بڈی صحت یاب ہوکر گھر چلا گیا۔ اس علاج پر ڈیڈی کا ۴۰ ہزار ڈالر خرچ آیا۔

جانوروں سے امریکیوں کی محبت

آپ غلط سوچ رہے ہیں، آپ سمجھ رہے ہیں ڈیڈی نے اپنے بیمار بیٹے پر ۴۰ ہزار ڈالر لگا کر شفقت پدری کا ثبوت دیا، کاش! ایسا ہوتا۔ کاش! بڈی انسان ہوتا لیکن بڈی تو فقط ایک کتا ہے، ایک پالتو کتا جسے مسٹر کیل نے ایک یونانی جہاز ران سے خریدا تھا اور اسے بڈی کا نام دیا تھا۔ مسٹر کیل کی کوئی اولاد نہیں، وہ امریکہ میں سپر اسٹوروں کی ایک "چین" کا مالک ہے، پورے امریکہ میں اس کے ۸۵ سپر اسٹور ہیں۔ وہ ہر سال اربوں ڈالر کماتا ہے، یہ اربوں ڈالر کیل اور اس کے کتے بڈی کی ملکیت ہوتے ہیں لہٰذا کیل بڑی فراخدلی سے یہ رقم بڈی پر خرچ کرتا ہے۔ صرف بڈی اور کیل ہی نہیں اس وقت امریکہ میں ۱۳ کروڑ ۹۰ لاکھ پالتو کتے اور بلیاں ہیں۔ امریکی شہری ان پالتو جانوروں کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے ہیں، ان میں سے بے شمار امریکی ان پالتو جانوروں کی وجہ سے شادی نہیں کرتے، بے شمار لوگ پالتو جانوروں کے باعث اپنی بیویوں یا شوہروں سے طلاق لے لیتے ہیں، بے شمار لوگ جوان اولاد کو پالتو جانوروں کی وجہ سے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ ایسے امریکیوں کی تعداد بھی کم نہیں جو اس لئے نوکری چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کے کولیگ یا افسر نے ان کے کتے یا بلی سے بدتمیزی کی تھی، کتوں اور بلیوں سے امریکیوں کی یہ محبت دیکھتے ہوئے ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ایک نئے کاروبار کی بنیاد رکھ دی۔ وہ دھڑا دھڑ پالتو جانوروں کی چیزیں بنانے لگیں۔

کتوں، بلیوں کیلئے خوراک وملبوسات

مثلاً: آپ امریکہ کے کسی بڑے

اسٹور میں چلے جائیں آپ کو کتوں اور بلیوں کی خوراک کے لئے الگ ڈپارٹمنٹ ملے گا، آپ کو اس میں سیکڑوں قسم کے ڈبے، ٹن اور بوتلیں ملیں گی جن میں کتوں اور بلیوں کے ناشتے، لنچ اور ڈنر کی چیزیں ہوں گی۔ ان کے لئے دودھ کی بوتلیں، جام، مارملیڈ اور مکھن ملے گا۔ ان کے لئے سوپ، گوشت اور مرغی ملے گی، مچھلی، جھینگے اور کھمبیاں ہوں گی۔ ہیضے اور اسہال کے امراض کے شکار کتوں کے لئے ''او آر ایس'' قسم کی چیزیں ہوں گی۔ ان کتوں کے لئے مختلف اقسام کے صابن، شیمپو، تیل، پرفیومز، پاؤڈر، ٹوتھ پیسٹ اور لپ اسٹک ملیں گی۔ ان کی دموں پر چڑھانے کے لئے ایسی کمپنیاں بھی موجود ہیں جو ان جانوروں کے لئے طلائی اور نقرئی زیور بناتی ہیں۔ یہ زیور ان کتوں اور بلیوں کے ناک اور کان میں ڈالے جاتے ہیں۔ امریکہ میں ۱۴ ایسی کمپنیاں ہیں جو صرف پالتو جانوروں کی انشورنس کرتی ہیں۔ ۳۶ کمپنیاں پالتو جانوروں کے ٹوائلٹس اور باتھ رومز بناتی ہیں۔ یہ کمپنیاں کتوں اور بلیوں کے لئے زنانہ اور مردانہ دونوں قسم کے باتھ رومز تیار کرتی ہیں۔ ان کے لئے کموڈ، شاور، نہانے کے لئے ٹب، واش بیسن اور چھوٹے ہیئر ڈرائر بنائے جاتے ہیں۔ پورے امریکہ میں ایسے سیکڑوں ٹریننگ سنٹر ہیں جو کتوں کو تہذیب سے بھونکنے اور بلیوں کو نزاکت سے میاؤں میاؤں کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔ ان پالتو جانوروں کے بال کاٹنے کے لئے ہیئر سیلون بھی بن چکے ہیں، انہیں ورزش کرانے کے لئے جمنازیم بھی موجود ہیں، کتوں اور بلیوں کے لئے سوئمنگ پول، ہوٹلز، ریستوران، شاپنگ سنٹرز، پارک اور سینما بھی قائم ہو چکے ہیں۔ ایسی فرمیں بھی وجود میں آچکی ہیں جو کتوں اور بلیوں کے لئے کپڑے ڈیزائن کرتی ہیں، کیلی فورنیا کے ایک فیشن ڈیزائنر نے دو ماہ قبل گدھوں کے لئے ایک پتلون ڈیزائن کی تھی جس کی بعد ازاں باقاعدہ نمائش کی گئی اور ہزاروں لوگوں نے ٹکٹ خرید کر یہ نمائش دیکھی۔

اینیمل میڈیکل سنٹر

جانور پروری کا یہ معاملہ اگر یہیں تک محدود رہتا تو شاید اتنی پریشانی نہ ہوتی لیکن شاید آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ نیویارک شہر میں ۸ منزلہ اینیمل میڈیکل سنٹر ہے جس میں اس وقت کتوں اور بلیوں کے ۸۵ اسپیشلسٹ کام کر رہے ہیں، اس اسپتال میں کتوں اور بلیوں کے دل کے امراض، آنکھوں، ناک، کان اور گلے، پھیپھڑوں اور گردوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس سنٹر میں پیوندکاری سے لے کر ڈائلاسس تک ہوتا ہے۔ پلاسٹک سرجری کا شعبہ اور ہڈیوں کا ڈپارٹمنٹ بھی موجود ہے۔ اس اسپتال میں دانتوں اور جلدی امراض کا علاج بھی کیا جاتا ہے۔ اس میں عام اسپتالوں کی طرح ایسے ایمرجنسی اور لیبر روم بھی موجود ہیں جن میں ایکسیڈنٹ اور زچگی کے ''مریض'' لائے جاتے ہیں۔ اس اسپتال میں بلڈ بینک بھی موجود ہے جس میں کتوں اور بلیوں کا خون موجود ہے۔ خون کی اس سپلائی کے لئے سنٹر میں ۱۳ کتے اور ۲۶ بلیاں اور ۳ نیولے ہیں جن سے وقتاً فوقتاً خون لیا جاتا ہے۔ اس اسپتال میں ہر سال ۶۵ ہزار ''مریضوں'' کا علاج کیا جاتا ہے جب کہ اس سنٹر میں ڈھائی لاکھ ڈالر کی مالیت سے ایک کڈنی سنٹر بھی بنایا گیا ہے جس میں جانوروں کے گردوں کا علاج ہوتا ہے۔

کتوں بلیوں پر اربوں ڈالر کے اخراجات

''نیویارکر'' نیویارک کا ایک دوسرے درجے کا اخبار ہے۔ اس اخبار کے ایک رپورٹر بر خود بلجر نے اس اسپتال کے بارے میں بڑا دلچسپ انکشاف کیا۔ اس کا کہنا ہے: ''اینیمل میڈیکل سنٹر میں حال ہی میں غیر ملکی جانوروں کا ایک شعبہ کھولا گیا ہے جس میں گزشتہ دنوں ہیضے کے شکار ایک نیولے، کم خوراکی کا شکار ایک اژدہے، ٹوٹی ٹانگ والے کبوتر اور ٹوٹے پروں والے ایک ہمنگ برڈ کا علاج کیا گیا جب کہ ایک خنزیر کے مثانے سے پتھری بھی نکالی گئی جس پر ۵ ہزار ڈالر خرچ آیا، اس شعبے میں ایک بطخ بھی زیر علاج ہے جس نے دھات کا ایک ٹکڑا نگل لیا تھا۔ پالتو جانوروں کی اس نگہداشت اور امریکیوں کی دلچسپی کا باعث اس وقت امریکہ میں جانوروں کا ڈاکٹر ہونا نوٹ چھاپنے کے مترادف ہے۔ ۱۹۸۰ء تک امریکہ میں صرف ۱۵۰۰ وٹنری ڈاکٹر تھے اور وہ بھی بھینسوں، گائیں اور بیلوں کا علاج کرتے تھے لیکن اس وقت امریکہ میں صرف کتوں اور بلیوں کے ۷ ہزار اسپیشلسٹ ڈاکٹرز ہیں جب کہ امریکی یونیورسٹیاں ہر سال ۳۹ طبی شعبوں میں سیکڑوں نئے ڈاکٹر پیدا کر رہی ہیں، امریکہ میں امریکی ہر سال کتوں اور بلیوں کی صحت پر ۱۳ ارب ڈالر اور خوراک، ورزش سنٹروں، باتھ روموں، ٹریننگ، سوئمنگ پولوں، ہوٹلوں، شاپنگ سنٹروں، پارکوں اور فیشن شو پر ۴۷ ارب ڈالر خرچ ہوتا ہے یعنی امریکی پندرہ کروڑ پاکستانیوں سے ۹ گنا زیادہ رقم کتوں اور بلیوں پر خرچ کر دیتے ہیں۔ دنیا کے ۲۸ ممالک کا سالانہ بجٹ کتوں اور بلیوں کے اس خرچ سے کم ہے۔ یہ ہے امریکہ کی اصل تصویر۔

کتے، بلی کی اہمیت

پوری دنیا کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر امریکہ صرف کتوں اور بلیوں کا میڈیکل بجٹ ہی بچا لے تو دنیا سے ایڈز جیسا مرض ختم کیا جاسکتا ہے، کینسر کی دوا دریافت ہوسکتی ہے، دل کے امراض میں مبتلا تمام مریضوں کا بائی پاس ہوسکتا ہے۔ پورے کرۂ ارض پر موجود لولوں اور لنگڑوں کو مصنوعی ہاتھ اور ٹانگیں لگائی جاسکتی ہیں۔ ۱۰ لاکھ ایکڑ زمین قابل کاشت بنائی جاسکتی ہے۔ امریکہ سے لے کر آسٹریلیا تک سڑک بنائی جاسکتی ہے۔ دنیا کے ایک چوتھائی یتیم بچوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے۔ ایک کروڑ جوانوں کی شادی کی جاسکتی ہے۔ آکسفورڈ جیسے ۲۴ یونیورسٹیاں بنائی جاسکتی ہیں۔ ۳ کروڑ لوگوں کو ایک سال تک خوراک فراہم کی جاسکتی ہے اور خوراک کی کمی کا شکار ۲ کروڑ بچوں کا علاج ہوسکتا ہے لیکن انسانوں کی بقاء، انسانوں کا تحفظ امریکی ایجنڈے میں کسی جگہ موجود نہیں، وہ امریکی جو افغانستان اور عراق کے لاکھوں کروڑوں شہروں پر دن رات بم گراتے ہیں، ان کی نظروں میں کتوں اور بلیوں کی اہمیت انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ بلی کی موت پر تو ہفتوں آنسو بہاتے ہیں، گمشدہ کتے کو مالک کے گھر پہنچانے کے لئے تو میلوں سفر کر سکتے ہیں لیکن انسانوں کی موت ان کی پلک گیلی کرتی ہے اور نہ ہی سسکیاں ہوا دیتی ہیں۔ یہ کیا بے حسی، کیسی بے رحمی ہے۔

ایک عجیب واقعہ

۱۹۹۷ء میں ایک امریکی شہری نے اپنے بیٹے کو بچانے کے لئے پالتو کتے کو بلے سے مار دیا تھا، کتے کی تصویریں اگلے روز اخبار میں شائع ہوئی، پورا امریکہ سڑکوں پر آگیا۔ قاتل گرفتار ہوگیا، اس کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ کیس عدالت میں پیش ہوا، امریکہ کے قانونی ماہرین مہینوں یہ سوچ بچار کرتے رہے۔ ''اگر گھریلو کتا بچے پر حملہ کردے تو کیا والد بچے کو بچانے کے لئے کتے کو زخمی کرسکتا ہے''۔ یہ بحث امریکی میڈیا میں بہت دنوں تک موضوع بنی رہی، آخر یہ فیصلہ ہوا کہ برقی آلات بنانے والی کمپنیاں ایسے آلات بنائیں جو کتوں کے مالکان ہر وقت جیب میں رکھیں جونہی ان کے کتے وحشی ہوں وہ ان آلات کے ذریعے کتوں کو قابو کرلیں۔ اس فیصلے کے چند روز بعد کتے کے قاتل کو سزا ہوگئی، لیکن افسوس! امریکی معاشرے، امریکی قانون نے کتے کے قاتل کو تو سزا دے دی لیکن وہ لوگ جنہوں نے ہزاروں لاکھوں انسان مار دیے، جنہوں نے ہنستے بستے شہر اجاڑ دیے، جو انسانوں کی خوشیاں نگل گئے، جنہوں نے دشمنوں تک پہنچنے کے لئے دنیا کے ہر ملک کا قانون، دستور اور ضابطہ توڑا، انہیں روکنے کے لئے امریکہ نے آج تک کوئی قانون نہیں بنایا۔ امریکہ کی کسی